مسائل قربانی

تالیف

متکلم اسلام مولانا
محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ



مکتبہ دار الایمان



نام کتاب .... مسائل قربانی

تالیف: .... متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت 2024ء

بار اشاعت .... اوّل

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار الایمان

87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

0321 6353540

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک مشروع چلی آرہی ہے۔ ہر مذہب وملت کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ﴾

(سورۃ الحج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت میں جاری رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں خصوصی اہمیت اختیار کر گیا۔ اسی وجہ سے اسے "سنتِ ابراہیمی" کہا گیا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خدا کی رضامندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ اسی عمل کی یاد میں ہر سال مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔

قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہے اور مال و متاع کی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ نیز قربانی کرتے وقت یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ قربانی کی طرح دیگر تمام عبادات میں مقصود رضاءِ الٰہی رہے، غیر کے لیے عبادت کا شائبہ تک دل میں نہ رہے۔ گویا مسلمان کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر بن جائے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(سورۃ الانعام:162)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کی رضا مندی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

قربانی کی اس خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر قربانی کے مسائل کا جاننا بہت ضروری ہے تاکہ یہ عظیم عبادت صحیح طور پر سرانجام دی جاسکے۔

زیرِ نظر کتاب "مسائلِ قربانی" ہم نے اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر تحریر کی ہے جس میں قربانی کے اہم مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ساتھ ساتھ قربانی پر ہونے والے چند عمومی شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے قربانی کے متعلق چند فوائد ذکر کیے ہیں اور آخر میں عمومی مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میری، میرے اہلِ خانہ، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ کے اساتذہ وعملہ اور خانقاہ حنفیہ کے متعلقین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وأزواجہ وأھل بیتہ أجمعین.

محتاجِ دعا

استنبول، ترکیہ

14 ذوالقعدہ 1444ھ، 3، جون 2023ء

مسائلِ قربانی

قربانی کی متعلق چند امور قابلِ ذکر ہیں:

1: قربانی کا ثبوت

2: قربانی کا حکم

3: قربانی کا جانور

4: جانوروں کی عمر

5: شرکاء اور ان کی تعداد

6: قربانی کے دن

7: قربانی کا وقت

8: شرائط وجوب قربانی

9: قربانی کا نصاب

10: ذبح کون کرے؟

11: شبہات اور ان کے جوابات

12: قربانی سے متعلق چند فوائد

13: قربانی کے چند عمومی مسائل

ان کی تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں!

[1]: قربانی کا ثبوت

(1): ﴿وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِہِمَا وَ لَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ﴾

(سورۃ المائدۃ:27)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنائیں جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پہلے نے کہا کہ اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ) فرماتے ہیں:

”حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ کے ہاں مقبول ہوئی تھی اور وہ جانور ان کی قربانی کا اونٹ تھا یا مینڈھا علی اختلاف روایات التفسیر.... اور جب سے اب تک سب امتوں میں ان جانوروں کا ذبح کرنا جاری و مشروع رہا۔“

(امداد الفتاویٰ: ج3 ص564)

(2): ﴿وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَکًا لِّیَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَہُمۡ مِّنۡۢ بَہِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ ؕ﴾

(سورۃ الحج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تا کہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطا فرمائے۔

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يُخْبِرُ تَعَالٰى أَنَّهٗ لَمْ يَزَلْ ذِبْحُ الْمَنَاسِكِ وَإِرَاقَةُ الدِّمَاءِ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ مَشْرُوْعًا فِيْ جَمِيْعِ الْمِلَلِ.

(تفسیر ابن کثیر: ج3 ص309 تفسیر سورۃ الحج آیت34)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرمارہے ہیں کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے اور اللہ کے نام پر (ان جانوروں کا) خون بہانے کا حکم تمام امتوں کو دیا گیا تھا۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی (ت1396ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”قربانی کا جو حکم اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں، پچھلی سب امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی۔“

(معارف القرآن: ج6 ص266 تفسیر سورۃ الحج آیت34)

(3): ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

(سورۃ الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت370ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ: صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ.

(احکام القرآن للجصاص: ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (ت110ھ) نے فرمایا کہ اس آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ میں جو نماز کا ذکر ہے تو اس سے مراد عید کی نماز ہے اور ﴿وَانْحَرْ﴾ سے قربانی مراد ہے۔

(4): امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ (ت 273ھ) حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ؟ قَالَ: "سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ." قَالُوْا: فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ." قَالُوْا: فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ."

(سنن ابن ماجہ: ص226-باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟(یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یارسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا؟) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔

(5): امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَورہ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ، اِنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا".

(سنن الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(6): امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص388 باب فضل الضحایا والهدی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کیا کرو اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک کیا کرو اس لیے کہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرتے وقت) قبلہ کی طرف کرتا ہے تو اس کا خون، گوبر اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی شکل میں حاضر کیے جائیں گے۔

[2]: قربانی کا حکم

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

علامہ فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی الزیلعی الحنفی رحمہ اللہ (ت743ھ) فرماتے ہیں:

تَجِبُ عَلٰی حُرٍّ مُّسْلِمٍ مُّقِیمٍ مُّوسِرٍ عَنْ نَفْسِهٖ لَا عَنْ طِفْلِهٖ شَاةٌ أو سُبُعُ بَدَنَةٍ يَوْمَ النَّحْرِ إلٰى آخِرِ أَيَّامِهٖ.

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی: ج6 ص2 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: دس ذوالحجہ سے لے کر قربانی کے آخری ایام (یعنی بارہ ذوالحجہ) تک ہر اس آدمی پر جو آزاد، مسلمان، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو اس پر ایک بکری یا ایک بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کرنا واجب ہے، (یہ وجوب اسی پر ہو گا) اس کے بچوں کی طرف سے نہ ہو گا۔

دلائل اھل السنۃ والجماعۃ احناف:

دلیل نمبر 1:

قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

(سورۃ الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت370ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: هٰذَا التَّأْوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ، اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ صَلٰوةِ

الۡاَضۡحیٰ وَالثَّانِیۡ وُجُوۡبُ الۡاُضۡحِیَّۃِ.

(احکام القرآن للجصاص: ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: امام ابو بکر (احمد الجصاص رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: پہلی بات کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری بات کہ قربانی واجب ہے۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (ت 1225ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ عِكۡرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ : ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ﴾ صَلٰوةَ الۡعِيۡدِ يَوۡمَ النَّحۡرِ ﴿وَانۡحَرۡ﴾ نُسُكَكَ. فَعَلٰى هٰذَا يَثۡبُتُ بِهٖ وُجُوۡبُ صَلٰوةِ الۡعِيۡدِ وَالۡاُضۡحِيَّةِ.

(التفسیر المظہری للقاضی ثناء اللہ پانی پتی: ج10، ص353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ قربانی کے دن نمازِ عید ادا کرو اور ﴿وَانۡحَرۡ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اپنی قربانی کرو! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ عید اور قربانی دونوں واجب ہیں۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ (ت 273ھ)، امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (ت 241ھ) اور امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنۡ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمۡ يُضَحِّ فَلَا يَقۡرَبَنَّ مُصَلَّانَا."

(سنن ابن ماجہ: ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد: ج2 ص321 رقم 8254، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج9 ص260 کتاب الضحایا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترکِ واجب پر ہوتی ہے۔

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (ت 743ھ) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِثْلُ هٰذَا الْوَعِيدِ لَا يُلْحَقُ بِتَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ.

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی: ج6 ص2 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: اس قسم کی وعید؛ غیر واجب کو چھوڑنے پر نہیں ہوتی (بلکہ واجب کو چھوڑنے پر ہوتی ہے)

تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

اعتراض:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ -يَعْنِي الثُّومَ- فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا."

(صحیح البخاری: ج1 ص118 کتاب الاذان، بَاب مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النِّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا: جو شخص لہسن کھائے تو وہ مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔

آپ کی بیان کردہ دلیل کے مطابق لازم آئے گا کہ لہسن کا "نہ کھانا" واجب ہو حالانکہ ترکِ ثوم کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں۔

جواب:

اس حدیث میں نہی؛ لہسن کھانے سے نہیں بلکہ لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے ہے۔

چنانچہ سلطان المحدثین امام علی بن سلطان المعروف ملا علی القاری رحمہ اللہ (ت1014ھ) لکھتے ہیں:

فَالنَّهْيُ إِنَّمَا هُوَ عَنْ حُضُوْرِ الْمَسْجِدِ بَعْدَ أَكْلِ الثُّوْمِ النِّيِّ وَنَحْوِهٖ لَا عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَنَحْوِهِمَا.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح لملا علی القاری: ج2 ص842 باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الأول)

ترجمہ: اس حدیث میں کچا لہسن اور اس قسم کی (بو والی) چیزیں کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے، لہسن و پیاز وغیرہ کھانے سے منع نہیں کیا گیا۔

دلیل نمبر 3:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ (ت 273ھ) اور امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا وُقُوْفًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: "يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَةً وَعَتِيْرَةً."

(سنن ابن ماجۃ: ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن النسائی: ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: حضرت مِخْنَف بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا وجوب ثابت ہوا، ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ کیونکہ "عَلیٰ" اِلزام اور وجوب کے لیے آتا ہے جب اس کے خلاف قرینہ موجود نہ ہو۔

چنانچہ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی (ت 1394ھ) لکھتے ہیں:

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْبِ مَا رَوَاهُ أَصْحَابُ السُّنَنِ الْأَرْبَعَةِ عَنِ ابْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيْ رَمَلَةَ حَدَّثَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: " كُنَّا وُقُوْفًا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ أَضْحَاةً وَعَتِيْرَةً"..... لَفْظَةُ "عَلٰى" تَقْتَضِي الْإِيْجَابَ كَمَا هُوَ الْأَصْلُ وَالْمُرَادُ بِأَهْلِ الْبَيْتِ- وَاللهُ أَعْلَمُ- قَيِّمُ أَهْلِ الْبَيْتِ لِأَنَّ الْيَسَارَ لَهُ غَالِبًا.

(اعلاء السنن للعثمانی: ج17 ص221 وجوب الاضحیۃ)

ترجمہ: جن دلائل سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے ان میں سے ایک دلیل وہ روایت ہے جسے اصحابِ سنن اربعہ نے ابن عوف عن ابی رملہ کے طریق سے حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔ اس حدیث میں حرف "علیٰ" اس چیز کو واجب کرنے کے لیے آیا ہے (جس پر یہ داخل ہے) جیسا کہ "علیٰ" کی اصل مراد یہی ہے۔ نیز اس حدیث میں "اھلِ بیت" سے مراد گھر کا سربراہ ہے کیونکہ وسعت عام طور پر گھر کے سربراہ کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ:

"عتیرہ" اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادیا گیا۔

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِیْرَةِ.

(سنن النسائی: ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمادیا۔

فائدہ:

"فرع" اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد میں اسے بھی منسوخ کر دیا گیا۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(قَوْلُهٗ لَا فَرَعَ) بَفَتْحَتَیْنِ هُوَ أَوَّلُ مَا تَلِدُهُ النَّاقَةُ فَکَانُوْا یَذْبَحُوْنَهٗ لِاٰلِهَتِهِمْ فَنُهِیَ الرَّجُلُ عَنْهُ (وَلَا عَتِیْرَةَ) شَاةٌ تُذْبَحُ فِیْ رَجَبَ. قِیْلَ: کَانَ الْفَرَعُ وَالْعَتِیْرَةُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَتَفْعَلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ أَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ.

(زَہر الرُّبیٰ علی سنن النسائی للسیوطی: ج2 ص188)

ترجمہ: "فرع" اونٹنی کے اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی۔ مشرک لوگ اس بچے کو اپنے بتوں کے نام پر قربان کرتے تھے۔ (اسلام آنے کے بعد) لوگوں کو اس سے روک دیا گیا۔ "عتیرہ" اس بکری کو کہتے تھے جو رجب کے مہینے میں قربان کی جاتی تھی۔ یہ قول بھی منقول ہے کہ فرع اور عتیرہ دونوں قربانیاں دورِ جاہلیت میں (بتوں کے نام پر) ہوتی تھیں۔ (جب اسلام آیا تو) ابتداء اسلام میں مسلمان یہ دونوں قربانیاں کرتے تھے لیکن بعد میں یہ بھی منسوخ ہو گئیں۔

اعتراض:

یہ روایت مُعلّل ہے، حضرت مِخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ کبھی اس کو موقوفاً بیان کرتے ہیں اور کبھی مرفوعاً!

جواب نمبر 1:

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک راوی حدیث ایک وقت میں مرفوعاً بیان کرے اور دوسرے وقت میں موقوفاً بیان کرے تو فقہاء و محدثین کے ہاں راجح یہ ہے حدیث پر مرفوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے اور زیادتِ ثقہ مقبول ہوتی ہے۔

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) فرماتے ہیں:

وَالصَّحِيْحُ طَرِيْقَةُ الْأُصُوْلِيِّيْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَّمُحَقِّقِي الْمُحَدِّثِيْنَ أَنَّهُ يُحْكَمُ بِالرَّفْعِ وَالِاتِّصَالِ لِأَنَّهَا زِيَادَةُ ثِقَةٍ۔

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص256، 282)

ترجمہ: صحیح طریقہ حضرات اصولیین، فقہاء، امام بخاری، امام مسلم اور محققین محدثین کا ہے کہ (اگر روایت کے موقوف و مرفوع یا ارسال و اتصال کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو) مرفوع اور متصل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس لیے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے۔

جواب نمبر2:

روایت؛ مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے مروی ہو تو اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ راوی بعض مرتبہ اسے بطور روایت بیان کرتا ہے تو وہ مرفوع ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ اس کے مضمون کا فتویٰ دیتا ہے تو وہ موقوف بن جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر بن محمد سیوطی رحمہ اللہ (ت 911ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: لَا تَعَارُضَ بَيْنَ مَا وَرَدَ مَرْفُوْعًا مَرَّةً وَّمَوْقُوْفًا عَلَى الصَّحَابِيِّ أُخْرٰى لِأَنَّهٗ يَكُوْنُ قَدْ رَوَاهُ وَأَفْتٰى بِهٖ.

(تدریب الراوی للسیوطی: ص223 النوع الثانی عشر، التدلیس)

ترجمہ: امام ماوردی فرماتے ہیں: روایت کے مرفوع یا موقوف بیان ہونے میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ بعض مرتبہ راوی روایت بیان کرتا ہے اور کبھی اس پر فتویٰ دیتا ہے۔

دلیل نمبر4:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ شَهِدْتُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ."

(صحیح البخاری: ج2 ص843 باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد)

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید الاضحیٰ کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے بعد) ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں قربانی دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

چنانچہ حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

وَفِيْهِ حُجَّةٌ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلٰى وُجُوْبِ الْأُضْحِيَةِ لِأَنَّهٗ أَمَرَ بِإِعَادَةِ أُضْحِيَةِ مَنْ ذَبَحَهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَوْ لَمْ تَكُنْ وَاجِبَةً لَمَا أَمَرَ بِإِعَادَتِهَا عِنْدَ وُقُوْعِهَا فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهَا.

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج5 ص166 کتاب العیدین باب الاکل یوم النحر)

ترجمہ: اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے پہلے قربانی کرنے والے شخص کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ قربانی واجب نہ ہوتی تو بے وقت کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اعادہ کا حکم نہ دیتے۔

غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے ہاں قربانی سنت ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد (ت 1320ھ) لکھتے ہیں:

"اضحیہ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔"

(فتاویٰ نذیریہ از میاں نذیر حسین دہلوی: ج3 ص255)

غیر مقلدین کی دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) فرماتے ہیں:

بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هِيَ سُنَّةٌ وَّمَعْرُوفٌ.

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ..... مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ."

(صحیح البخاری: ج2 ص832 باب سنۃ الاضحیۃ)

ترجمہ: قربانی کے سنت ہونے کا بیان۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ (قربانی) سنت ہے اور معروف ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (عید الاضحیٰ کے) دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے، پھر واپس آ کر قربانی کرنی چاہیے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری طریقے کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو یہ ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا، یہ قربانی بالکل نہیں اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل کیا۔

فائدہ:

غیر مقلدین کی دلیل کی تین شقیں ہیں:

1: امام بخاری رحمہ اللہ کا قائم کردہ باب؛ بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ.

2: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر؛ هِيَ سُنَّةٌ وَّمَعْرُوفٌ.

3: حدیث باب؛ حدیثِ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

جواب:

جواب شق اول: (امام بخاری رحمہ اللہ کے باب کا جواب)

غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب کو پیش نہیں کر سکتے کیونکہ صحیح البخاری کے ”تراجم“ امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ ہے۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

اِشْتَهَرَ مِنْ قَوْلِ جَمْعٍ مِّنَ الْفُضَلَاءِ: فِقْهُ الْبُخَارِيِّ فِيْ تَرَاجِمِهٖ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج1 ص13، المقدمة: الفصل الثانی فی بیان موضوعه)

ترجمہ: تمام فضلاء کا یہ قول معروف و مشہور ہے: امام بخاری رحمہ اللہ کا فقہی نقطہ نظر ان کے تراجم میں موجود ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک دلیل قرآن وحدیث ہے، اگر انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کے مقابلے میں دلیل پیش کرنی ہے تو قرآن وحدیث سے دلیل پیش کریں۔ فقہ الامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں فقہِ امام بخاری رحمہ اللہ کو پیش کرنے کا ان کو بالکل حق نہیں۔

اگر فقہ پیش ہی کرنی ہے تو اس مجتہد کی کریں جو امام اعظم ہو، امام اعظم کی فقہ کو چھوڑ کر کسی اور کی فقہ پیش کرنا ان لوگوں کو زیب نہیں دیتا۔

جواب شق ثانی: (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کا جواب)

اولاً..... یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ہے اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم غیر مقلدین کے ہاں حجت نہیں۔

چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں:

نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی (ت1307ھ):

☼ وَفِعْلُ الصَّحَابِيِّ لَايَصْلُحُ لِلْحُجَّةِ. (التاج المکلل: ص292)

ترجمہ: صحابی کا فعل دلیل بننے کے لائق نہیں ہوتا۔

☼ زیرا کہ کردار صحابی حجت نباشد اگرچہ بصحت رسد.

(بُدور الاھلۃ: ج1 ص28 باب در بیان وضو)

ترجمہ: یاد رکھو کہ صحابی کا کردار کوئی دلیل نہیں ہے اگرچہ صحیح طور پر بھی منقول ہو۔

☼ وآنچہ موقوف بر بعض صحابہ است در آن حجت نیست.

(بُدور الاھلۃ: ج1 ص129 باب در بیان اعتکاف)

ترجمہ: یہ روایات (جن میں ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے) بعض صحابہ سے موقوفاً مروی ہیں اور ان کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

میاں محمد نذیر حسین دہلوی (ت1320ھ):

☼ قول صحابہ حجت نیست۔

(فتاویٰ نذیریہ: ج1 ص340)

☼ رابعا یہ کہ ولوفرضنا تو یہ حضرت عائشہؓ اپنے فہم سے فرماتی ہیں (یعنی یہ بات کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرما دیتے) اور فہمِ صحابہ حجت شرعی نہیں ہے کما ثبت فی الاصول.

(فتاویٰ نذیریہ: ج1 ص622)

نواب نورالحسن خان (ت1336ھ):

☼ حدیث جابر دریں باب قول جابر ست و قول صحابی حجت نباشد.

(عرف الجادی: ص38 باب در بیان نماز جماعت و امامت)

ترجمہ: حضرت جابر کی بات (کہ لا صلوۃ لمن یقرأ والی حدیث تنہا نماز پڑھنے والے

شخص کے لیے ہے) حضرت جابر کا اپنا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہو تا۔

☼ **اقوال صحابہ حجت نیست.** (عرف الجادی: ص44 باب دربیان نماز وسطیٰ)

ترجمہ: صحابہ کے اقوال حجت (یعنی دلیل شرعی) نہیں۔

☼ **حجت باثار صحابہ قائم نیست.** (عرف الجادی: ص80 کتاب دربیان صیام)

ترجمہ: آثار صحابہ کو دلیل شرعی نہیں بنایا جاسکتا۔

☼ **دراصول مقرر شدہ کہ قول صحابی حجت نیست.**

(عرف الجادی: ص101 باب دربیان فوات واحصار)

ترجمہ: یہ بات اصول میں طے ہے کہ صحابی کا قول دلیل شرعی نہیں ہے۔

مولوی محمد اسماعیل سلفی:

صحابہ عموماً اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خصوصاً اتباع سنت میں مشہور ہیں لیکن ان کا یہ فعل [ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا] سنتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ سلفیہ: ص107)

لطیفہ:

غیر مقلدین کبھی تو شریعت کی اصطلاحات فرض، واجب، سنت وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو فقہاء کی بدعت کہتے ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد داؤد ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"فقہائے احناف کا نماز کے ارکان میں سے بعض کو فرض، بعض کو واجب، بعض کو سنت، بعض کو مستحب قرار دینا بدترین بدعت ہے" (تحفہ حنفیہ: ص125)

اور کبھی کسی مسئلہ کو "سنت" کہنے پر اصرار بھی کرتے ہیں۔

ثانیاً..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر میں "سنت" سے مراد "طریقہ" ہے، "سنتِ اصطلاحی" نہیں۔ اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

جواب شق ثالث:(حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا جواب)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے الفاظ ”مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا“ میں لفظ ”سنت“ کے درج ذیل تین معانی ہو سکتے ہیں:

[1]: سنت سے مراد ”سنتِ اصطلاحیہ“ ہو جو واجب کے مقابلے میں ہوتی ہے۔

یہ معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں ”سنت“ سے مراد ”طریقہ“ ہے۔(تفصیل آگے آرہی ہے)

نوٹ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ موقوف اثر میں بھی ”سنت“ سے مراد ”طریقہ“ ہے نہ کہ ”سنت اصطلاحی“۔

چنانچہ حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالسُّنَّةِ هُنَا فِي الْحَدِيثَيْنِ مَعًا الطَّرِيقَةُ لَا السُّنَّةُ بِالِاصْطِلَاحِ الَّتِي تُقَابِلُ الْوُجُوبَ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج10 ص3 بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ)

ترجمہ: ان دونوں حدیثوں (حدیث ابن عمر اور اس سے اگلی حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہما) میں ”سنت“ سے مراد محض ”طریقہ“ ہے، سنت اصطلاحی نہیں جو ”وجوب“ کے مقابل ہوتی ہے۔

[2]: سنت کا معنی ”طریقہ“ ہو۔

یہی معنی یہاں مراد ہے۔ اس پر قرینہ اسی حدیث میں موجود آخری جملہ ”مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ“ ہے۔ اس میں ”سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ“ سے مراد ”طریقہ“ ہے کیونکہ مسلمانوں کے عمل کو ”سنت“ نہیں بلکہ ”طریقہ“ کہا جاتا ہے۔

[3]: سنت کا معنی "واجب" ہو۔

جیسے ختنہ کرانا واجب ہے لیکن اس کے لئے لفظ "سنت" کا بولا گیا۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَلْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج8 ص325 باب السلطان یکرہ علی الختان)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ختنہ کرانا مردوں کے لیے واجب ہے۔

اگر اثرِ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں "سنت" سے مراد "واجب" ہو تو یہ ہمارے موقف کے مطابق ہے۔

[3]: قربانی کے جانور

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

یہ جانور قربانی کے لیے ذبح کیے جاسکتے ہیں:

۱: اونٹ ۲: اونٹنی ۳: بیل ۴: گائے ۵: بھینسا ۶: بھینس

۷: مینڈھا ۸: بھیڑ ۹: دنبہ ۱۰: دنبی ۱۱: بکرا ۱۲: بکری

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

أَمَّا جِنْسُهُ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْأَجْنَاسِ الثَّلَاثَةِ: الْغَنَمِ أَوِ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ وَيَدْخُلُ فِي كُلِّ جِنْسٍ نَوْعُهُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثٰى مِنْهُ وَالْخَصِيُّ وَالْفَحْلُ لِانْطِلَاقِ اسْمِ الْجِنْسِ عَلٰى ذٰلِكَ وَالْمَعْزُ نَوْعٌ مِنَ الْغَنَمِ وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: قربانی میں جو جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں وہ ان تین قسموں میں سے ہونے چاہییں؛ بکری، اونٹ اور گائے، اور ان میں ہر جنس کی نوع (قسم) بھی شامل ہے، مذکر، مونث، خصی، بغیر خصی ہر قسم شامل ہے، مینڈھا یہ بکری کی قسم ہے اور بھینس یہ گائے کی قسم ہے۔

دلیل:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ (سورۃ الحج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تا کہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطا فرمائے۔

اس آیت میں قربانی کے لیے "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" مقرر کیے گئے ہیں۔ ان "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" کی وضاحت خود قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یوں موجود ہے:

﴿ وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ(۱۴۲) ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ(۱۴۳) وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ ﴾

(سورۃالانعام:142،143،144)

ترجمہ: اور چوپایوں میں سے اللہ نے وہ جانور بھی پیدا کیے ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں (اونٹ، بیل) اور وہ بھی جو زمین سے لگے ہوئے ہیں (بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ)۔ اللہ نے جو تمھیں رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ جان لو کہ وہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے۔ (مویشیوں کے) آٹھ جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ دو صنفیں (نر اور مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکروں کی نسل سے، ذرا ان سے پوچھو کہ: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو!" اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو صنفیں (نر اور مادہ) اللہ نے پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو صنفیں۔ ان سے کہو: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟

یعنی "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" آٹھ جانور ہیں؛ دو بھیڑوں سے، دو بکریوں میں، دو اونٹوں سے اور دو گائیوں میں سے۔

امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن مہران المعروف ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (ت 327ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَلِيًّا عَنِ الْهَدْيِ مِمَّا هُوَ فَقَالَ: مِنَ الثَّمَانِيَةِ الْأَزْوَاجِ. فَكَأَنَّ الرَّجُلَ شَكَّ. قَالَ عَلِيٌّ: تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَسَمِعْتَ اللهَ يَقُولُ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ قَالَ: وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: ﴿لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ ... ﴿وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا﴾ قَالَ: فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ.

(تفسیر ابن ابی حاتم الرزای: ج5 ص94)

ترجمہ: حضرت ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون سے جانور ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قربانی کا جانور آٹھ جانوروں میں سے ہوتا ہے مگر اس آدمی کو کچھ شک ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ۬ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ﴾ (اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے وہ چوپائے حلال کر دیے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل ہوں) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ﴿لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ (تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ﴿وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا﴾ (اللہ تعالیٰ نے چوپائیوں میں سے بوجھ اٹھانے والے [یعنی اونٹ، بیل] بھی پیدا کیے

ہیں اور زمین پر لگے ہوئے [یعنی بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ]) اور یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ“(دو صنفیں بھیڑوں کی نسل سے)، ”وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ“(دو صنفیں گائے کی نسل سے)، ”وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ“(دو بکروں کی نسل سے)، ”وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ“(دو اونٹوں کی نسل سے)

بھینس کی قربانی

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ بھینس بھی گائے کی ایک قسم ہے۔

لغت کی معروف کتاب ”المنجد“ میں ہے:

اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ كِبَارِ الْبَقَرِ.

(المنجد، مرتب لُوئیس مَعلُوف: ص101)

ترجمہ: بھینس بڑی گائے کی ایک قسم ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَالْجَامُوْسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔

اس لیے بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلائل

دلیل نمبر 1: حدیث

حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ الدیلمی رحمہ اللہ (ت509ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَلِيٌّ :اَلْجَامُوْسُ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الْأُضْحِيَةِ.

(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی: ج2 ص124 رقم 2650)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

دلیل نمبر2: حدیث

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: اَلْجَوَامِيْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج7 ص65 رقم الحدیث 10848)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (ت110ھ) فرماتے ہیں: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ”حدیث“ ہے کیونکہ فنِ حدیث کی روشنی میں نبی، صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔

- مشہور محدث علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی رحمہ اللہ (ت743ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَدِيْثُ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِ الصَّحَابِيِّ اَوِ التَّابِعِيِّ، وَفِعْلَهُمْ وَتَقْرِيْرَهُمْ.

(شرح المشکوٰۃ للطیبی: ج1 ص4، 5)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی یا تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے

ہیں۔

♦ شیخ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری الدھلوی الحنفی رحمہ اللہ (ت1052ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ الْحَدِيْثَ فِي اصْطِلَاحِ جُمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ وَمَعْنَى التَّقْرِيْرِ أَنَّهٗ فَعَلَ أَحَدٌ أَوْ قَالَ شَيْئًا فِيْ حَضْرَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ وَلَمْ يَنْهَهٗ عَنْ ذٰلِكَ بَلْ سَكَتَ وَقَرَّرَ وَكَذٰلِكَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ الصَّحَابِيِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ وَعَلٰى قَوْلِ التَّابِعِيِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ.

(مقدمۃ مشکوٰۃ المصابیح للشیخ عبد الحق: ص3)

ترجمہ: جان لیجیے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں "حدیث" کا اطلاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی اس سے روکا بلکہ خاموش رہ کر اس کی تائید فرمادی ہو۔ اسی طرح "حدیث" کا اطلاق صحابی کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

♦ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1394ھ) لکھتے ہیں:

(اَلْخَبَرُ عِنْدَ عُلَمَاءِ هٰذَا الْفَنِّ مُرَادِفٌ لِلْحَدِيْثِ) فَيُطْلَقَانِ عَلَى الْمَرْفُوْعِ وَعَلَى الْمَوْقُوْفِ وَالْمَقْطُوْعِ.

(قواعد فی علوم الحدیث: ص24)

ترجمہ: علمائے اصولِ حدیث کے نزدیک خبر حدیث کے مرادف ہے اس لیے دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے۔

دلیل نمبر 3: اجماعِ امت

[1]: امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (ت 241ھ) سے پوچھا گیا:

"اَلْجَوَامِیْسُ تُجْزِئُ عَنْ سَبْعَةٍ؟" کیا بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟

تو آپ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: "لَا أَعْرِفُ خِلَافَ هٰذَا"

مجھے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف کرنا معلوم نہیں (یعنی اس پر اجماع ہے۔)

(مسائل الامام احمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ: رقم المسئلۃ 2865)

[2]: علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر رحمہ اللہ (ت 319ھ) لکھتے ہیں:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الْجَوَامِیْسِ حُکْمُ الْبَقَرِ.

(کتاب الاجماع لابن المنذر: ص 37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

فائدہ: اجماع امت چونکہ دلیل شرعی ہے۔ لہٰذا بھینس کی قربانی کے جواز پہ دلیل شرعی موجود ہے۔

دلیل نمبر 4: قیاس

بھینسوں کی زکوٰۃ کا ذکر حدیث مبارک میں نہیں ہے، فقہاء نے جس طرح گائے پر قیاس کرتے ہوئے بھینس میں بھی زکوٰۃ کا حکم لگایا ہے، دونوں کا نصاب ایک قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح قربانی کے مسئلے میں بھی گائے کو بھینس پر قیاس فرماتے ہوئے قربانی کا حکم لگایا۔

♦ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت 161ھ) فرماتے ہیں:

تُحْسَبُ الْجَوَامِیْسُ مَعَ الْبَقَرِ.

(مصنف عبد الرزاق: ج 4 ص 23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

♦ امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا.

(موطا امام مالک: ص294، باب ماجاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اَلْجَوَامِيْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ.

(کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلّام ت224ھ: ج2 ص385 رقم:812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)

غیر مقلدین کا موقف:

بھینس کی قربانی کرنا صحیح نہیں۔

مولوی مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مبنی بر احتیاط اور راجح یہی موقف ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر احمد ربانی: ج2 ص337)

دلیل:

مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا، پس اس کی قربانی نہ سنت رسول سے ثابت ہوتی ہے نہ تعاملِ صحابہ سے۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر احمد ربانی: ج2 ص337)

جواب:

1: بھینس حجاز میں اگرچہ موجود نہ تھی لیکن باجماعِ امت اسے گائے کے ساتھ

مشابہت کی وجہ سے گائے والا حکم دے دیا گیا جیسا کہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں اسے گائے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

2: اگر بھینس کی قربانی نہ کرنے کی یہی دلیل ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بلادِ عرب میں نہیں تھی تو اس دلیل کے مطابق اس کا گوشت، دودھ، مکھن، کھال وغیرہ کا استعمال بھی جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دور نبوت میں عرب ممالک میں نہیں پائی جاتی تھی۔

فائدہ:

غیر مقلدین کی ایک بہت بڑی تعداد بھی بھینس کی قربانی کے جواز کی قائل ہے۔

[1]: فتاوی علمائے حدیث میں ہے:

سوال: کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: جائز ہے کیونکہ بھینس اور گائے کا ایک ہی حکم ہے۔

(فتاوی علمائے حدیث: ج13 ص46)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ بکری، گائے کی قربانی مسنون ہے تاہم بھینس بھینسا کی قربانی بھی جائز اور مشروع ہے اور ناجائز لکھنے والے کا مسلک درست نہیں۔

(فتاوی علمائے حدیث ج13 ص74)

[2]: مولوی نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے کتاب لکھی ہے: "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ"، اس میں بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے اور دلائل کے منکر کو جاہل کہا ہے۔

[3]: غیر مقلد عالم حافظ ابو یحیی نورپوری کا ویڈیو کلپ موجود ہے جس میں انہوں نے بھینس اور گائے کو ایک قسم مان کر بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔

[4]: مولوی عبد الرحمٰن عابد غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں بھینس کی قربانی کے جواز کو کئی وجوہ سے راجح کہا ہے۔

[5]: حافظ مشتاق اوکاڑوی غیر مقلد نے اپنے ویڈیو کلپ میں قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں بغیر کسی قباحت کے بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔

[6]: مولوی ابو معاذ حنیف غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں بھینس کو گائے کی قسم قرار دیکر بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔

[7]: حافظ عبد المجید فرخ غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں قرآن، سنت ،ائمہ کرام اور اہل لغت کے فرامین کی روشنی میں بھینس کی قربانی کو مشروع کہا ہے۔

[8]: حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں زکوۃ، قربانی وغیرہ میں بھینس کو گائے کی قسم مان کر اس کی قربانی کو جائز کہا اور اسے اکابر اہل حدیث کا مسلک قرار دیا ہے۔

[9]: مولوی عبد السلام بن محمد غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں بھینس کو پالتو جانور ہونے کی وجہ سے قرآن کریم اور اہل لغت کے دلائل کی روشنی میں بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔

[10]: مولوی عبداللہ ناصر رحمانی غیر مقلد نے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں بھینس کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔

فائدہ: یہ کلپس یوٹیوب پر موجود ہیں۔

غیر مقلدین کے ہاں قربانی کے مزید جانور

[۱]: گھوڑا

چنانچہ ابو محمد عبد الستار دہلوی غیر مقلد (ت 1966ء) کے "فتاویٰ ستاریہ"

میں ایک سوال کے جواب میں کئی غیر مقلد علماء کے جوابات درج ہیں جو گھوڑے کو حلال کہہ کر اس کی قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ہم پہلے سوال نقل کرتے ہیں اور پھر ان غیر مقلد علماء کے جوابات۔

”سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ قربانی اَسپ (گھوڑے) کی اجازت شرع شریف سے ہے یا نہیں؟“

جوابات:

- گھوڑے کی قربانی بھی سنتِ صحابہ ہے۔

(حررہ ابو عیسیٰ محمد موسیٰ، وارد حال امرتسر)

- گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور قربانی بھی بعض روایتوں میں آئی ہے۔

(عبد اللہ امرتسری، مدیر اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ، ممتحن مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

- گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور قربانی کرنا بھی ثابت ہے۔ صرف گراں قیمت ہونے کی وجہ سے اونٹ اور گھوڑا قربانی میں ذبح کرنا مروج نہیں ہوا۔(ابو الشکور عبد القادر حصاروی عفی عنہ بقلمہ)

- واقعی گھوڑا حلال جانور ہے۔ اس کا کھانا اور قربانی کرنا ثابت ہے۔ بخاری شریف جو کلام اللہ کے بعد اسلامی دنیا میں اصح وافضل تر کتاب تسلیم کی گئی ہے اس میں یہ حدیث ہے: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: نَحَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ. (صحیح بخاری ص206 الجزء الثالث مطبوعہ مصر) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑے کو نحر کیا اور کھایا۔

(ابو الخلیل عبد الجلیل خان، ناظم صیغہ اشاعت الکتاب والسنۃ دار الامارت دہلی)

◆ گھوڑے کی حلت چونکہ نص صریح سے ثابت ہے اس لیے اس کی قربانی بھی جائز ہے۔(حررہ عبدالمجید، خادم ایڈیٹر اخبار مسلمان سوہدرہ گوجرانوالہ)

◆ بے شک قانونِ محمدی کی رو سے گھوڑا حلال ہے اور اسکی قربانی بھی جائز ہے۔(کتبہ مولوی عبداللہ، امیر قوم اوڈ فاضلکا)

(فتاویٰ ستاریہ: ج1 ص147 تا150، عنوان: گھوڑے کی حلت اور قربانی کا فتویٰ)

گھوڑے کی قربانی پر غیر مقلدین کی دلیل:

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: نَحَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ.

(صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصید- باب النحر والذبح)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گھوڑے کو ذبح کیا[یعنی اس کی قربانی کی] اور اس کا گوشت کھایا۔

اس روایت میں لفظ "نَحَرْنَا" ہے جو بمعنی قربانی ہے۔

جواب نمبر1:

"ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ" کی وضاحت قرآن مجید نے جن جانوروں سے کی ہے ان میں گھوڑا شامل نہیں ہے۔

جواب نمبر2:

یہ دلیل تب بنے گی جب "نَحَرْنَا" بمعنی "نَسَكْنَا" ہو، جبکہ حدیث میں "نَحَرْنَا فَرَسًا" بمعنی "ذَبَحْنَا فَرَسًا" ہے جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جس میں "ذَبَحْنَا" کا صریح لفظ موجود ہے۔

(۱): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ذَبَحْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ فَأَكَلْنَاهُ.

(صحیح البخاری: رقم 5511)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا پھر اسے کھایا۔

(۲): امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَاهُ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم 302)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا پھر اسے کھایا۔

(۳): شیخ علی متقی بن حسام الدین رحمہ اللہ (ت 975ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا فَأَكَلْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: ج15 ص439)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے گھوڑا ذبح کیا پھر اسے ہم نے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کھایا۔

معلوم ہوا کہ صحیح البخاری کی حدیث کا تعلق گھوڑے کی قربانی سے نہیں۔

جواب نمبر 3:

جن احادیث سے گھوڑے کے گوشت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے تو وہ احادیث منسوخ ہیں۔ جب گھوڑے کے گوشت کا جواز بھی منسوخ ہے تو اس کی قربانی کس طرح درست ہو گی؟

ناسخ دلائل:

دلیل نمبر 1:

امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ - زَادَ حَيْوَةُ - وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

(سنن ابی داؤد: کتاب الاطعمۃ- باب فی أکل لحوم الخیل)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے گھوڑے، خچر اور گدھوں کے کھانے سے منع فرما دیا۔ حیوہ (راوی) نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

امام بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ (ت 855ھ) فرماتے ہیں:

سَنَدُ حَدِيْثِ خَالِدٍ جَيِّدٌ.

(عمدۃ القاری: ج 26 ص 75 باب غزوۃ خیبر)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند جید ہے۔

دلیل نمبر2:

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (ت 321ھ) اور امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (ت 360ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَأَخَذُوا الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوهَا وَمَلَئُوا مِنْهَا الْقُدُوْرَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُوْرَ وَقَالَ: "إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ سَيَأْتِيْكُمْ بِرِزْقٍ هُوَ أَحَلُّ مِنْ هٰذَا وَأَطْيَبُ." فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُوْرَ وَهِيَ تَغْلِيْ فَحَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ وَحَرَّمَ الْمُجَثَّمَةَ وَالْخَلِيْسَةَ وَالنُّهْبَةَ.

(شرح مشکل الآثار: ج8 ص69 باب بیان مشکل ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لحوم الخیل من کراہتہ ومن اباحتہ من حدیث جابر بن عبد اللہ، المعجم الاوسط: ج4 ص93 رقم الحدیث3692)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن لوگوں کو بھوک نے ستایا تو انہوں نے گھریلو گدھوں کو پکڑا اور ذبح کیا اور ان سے ہانڈیوں کو بھر دیا۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا (کہ ان کو گرادیں) تو ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو گرادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو جوش مارنے کی حالت میں گرادیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں، گھوڑوں، خچروں کے گوشت، کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں، پنجوں کے ساتھ کھانے والے پرندوں، باندھ کر نشانہ بنائے گئے جانور، درندے کے ہاتھوں چھڑائے گئے جانور جو ذبح سے پہلے ہی مر جائے اور

(کسی درندے کے ہاتھوں) اچکے ہوئے جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

امام نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی (ت 807ھ) فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَالْبَزَّارُ بِاخْتِصَارٍ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ، خَلَا شَيْخِ الطَّبَرَانِيِّ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ السَّدُوسِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج5 ص63 رقم الحدیث 8053)

ترجمہ: اس روایت کو امام طبرانی نے اپنی کتاب "المعجم الاوسط" میں اور امام بزار نے (اپنی مسند میں) اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ ان دونوں کے راوی صحیح البخاری کے راوی ہیں سوائے امام طبرانی کے استاذ عمر بن حفص السدوسی کے، لیکن عمر بن حفص السدوسی بھی ثقہ ہے۔

فائدہ:

گھوڑے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الحنفی المعروف بالجصاص (ت 370ھ) لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَرِهَ لُحُومَ الْخَيْلِ.

(احکام القرآن للجصاص: ج3 ص270 ومن سورۃ النحل)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گھوڑے کے گوشت کو مکروہ کہتے تھے۔

علامہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی رحمہ اللہ (ت 593ھ) لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ.

(الہدایۃ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ومالا یحل)

ترجمہ: گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مکروہ ہے اور یہی قول امام مالک

رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

دلیل نمبر1:

﴿وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَ زِیْنَةً ؕ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸)﴾

(سورۃ النحل:8)

ترجمہ: اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو اور یہ چیزیں تمہارے لیے سامانِ زینت بنیں، اور اللہ تعالیٰ کئی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

استدلال:

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی (ت593ھ) لکھتے ہیں:

وَلِأَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَ زِیْنَةً﴾ خَرَجَ مَخْرَجَ الْاِمْتِنَانِ وَالْأَکْلُ مِنْ أَعْلٰی مَنَافِعِهَا، وَالْحَکِیْمُ لَا یَتْرُكُ الْاِمْتِنَانَ بِأَعْلَی النِّعَمِ وَیَمْتَنُّ بِأَدْنَاهَا.

(الہدایۃ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ومالا یحل)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَّ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَ زِیْنَةً﴾ کہ ان تین چیزوں (گھوڑا، خچر اور گدھا) کا ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ضمن میں ہوا ہے، کسی جانور کا سب سے بڑا فائدہ اس کا گوشت "کھانا" ہے۔ حکیم ذات احسان کا ذکر کرتے ہوئے کبھی بھی اعلیٰ نعمتوں کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت کا تذکرہ نہیں کرتی۔ (اور یہاں اعلیٰ فائدہ "گوشت کھانا" کو چھوڑ کر ادنیٰ فائدہ "سواری کرنا" کا ذکر ہے، جو دلیل ہے کہ اگر گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور ذکر فرماتے)

دلیل نمبر2:

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (ت 321ھ) اور امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (ت 360ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَأَخَذُوا الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوهَا وَمَلَئُوا مِنْهَا الْقُدُورَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُورَ وَقَالَ: "إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ سَيَأْتِيكُمْ بِرِزْقٍ هُوَ أَحَلُّ مِنْ هٰذَا وَأَطْيَبُ." فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُورَ وَهِيَ تَغْلِي فَحَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُومَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَكُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ وَحَرَّمَ الْمُجَثَّمَةَ وَالْخَلِيسَةَ وَالنُّهْبَةَ.

(شرح مشکل الآثار: ج8 ص69 باب بیان مشکل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی لحوم الخیل من کراہتہ و من اباحتہ من حدیث جابر بن عبد اللہ، المعجم الاوسط: ج4 ص93 رقم الحدیث 3692)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن لوگوں کو بھوک نے ستایا تو انہوں نے گھریلو گدھوں کو پکڑا اور ذبح کیا اور ان سے ہانڈیوں کو بھر دیا۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں حکم دیا (کہ ان کو گرا دیں) تو ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو گرا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو جوش مارنے کی حالت میں گرا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے پالتو گدھوں، گھوڑوں، خچروں کے گوشت، کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں، پنجوں کے ساتھ کھانے والے پرندوں، باندھ کر نشانہ بنائے گئے جانور، درندے کے ہاتھوں چھڑائے گئے جانور جو ذبح سے پہلے ہی مر جائے اور

(کسی درندے کے ہاتھوں) اچکے ہوئے جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

[۲]: مرغ

چنانچہ ابو محمد عبد الستار دہلوی غیر مقلد (ت 1966ء) لکھتے ہیں:

”شرعاً مرغ کی قربانی جائز ہے۔ کوئی غریب اور نادار مفلس مسکین شخص جو بکرا وغیرہ ذبح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اگر اس مسئلہ پر عمل کرے تو اس کو موردِ الزام نہ بنانا چاہیے۔“

(فتاویٰ ستاریہ: ج2 ص72)

فائدہ:

غیر مقلدین ان دو جانوروں کے علاوہ انڈے کی قربانی کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ ابو محمد عبد الستار دہلوی غیر مقلد (ت 1966ء) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: مرغ اور مرغی کے انڈے پر قربانی ہو سکتی ہے؟

جواب: حدیثِ جمعہ میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ میں سب سے پہلے آیا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد آنے والے کو گائے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آئے اس کو بکرے بھیڑے کی قربانی کا اور جو اس کے بعد آیا اس کو مرغ کی قربانی کا ثواب ملے گا اور اس کے بھی بعد آیا تو اس کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا۔

(فتاویٰ ستاریہ: ج4 ص139، 140)

مرغ اور انڈے کی قربانی پر غیر مقلدین کے دلائل:

دلیل نمبر 1:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ."

(صحیح مسلم: ج1 ص281، ص282 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسلِ جنابت کرے، پھر مسجد کی طرف جائے تو وہ اس طرح ہے جیسے اس نے اونٹ صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی دوسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے گائے صدقہ کی ہے، اور اگر آدمی تیسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے ایک سینگ والا مینڈھا صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی چوتھی گھڑی میں آئے تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی ہو اور اگر آدمی پانچویں گھڑی میں آئے تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا ہو۔ اور جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے (اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور) خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ "قَرَّبَ" ہے اور "تَقْرِيْب" کا معنی ہے: قربانی کرنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے مرغ اور انڈے کی قربانی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث میں پانچ ساعات کا ذکر ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) ان کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ الْجُمْهُوْرُ: الْمُرَادُ بِهٰذِهِ السَّاعَاتِ الْأَجْزَاءُ الزَّمَانِيَّةُ الَّتِيْ يُقْسَمُ

النَّهَارُ مِنْهَا عَلَى اثْنَتَيْ عَشَرَ جُزْءًا وَابْتِدَاءُهَا مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ.

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم للعثمانی: ج5 ص382 کتاب الجمعۃ)

ترجمہ: جمہور حضرات کہتے ہیں کہ ان ساعات سے مراد وہ گھڑیاں ہیں جن پر ایک دن بارہ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ (یعنی دن کو اگر بارہ حصوں پر تقسیم کیا جائے تو وہ ہر حصہ ایک "ساعت" کہلائے گا۔) ان ساعات کی ابتداء طلوع فجر سے ہوتی ہے۔

جواب:

اس روایت میں لفظ "قَرَّبَ" ہے اور یہاں "قَرَّبَ، يُقَرِّبُ، تَقْرِيْبًا" کا معنی صدقہ و خیرات کرنا ہے نہ کہ قربانی کرنا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قربانی کا معنی "اِراقۃ الدم" ہے یعنی خون بہانا اور "اِراقۃ الدم" انڈے میں ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ امام ابو زکریا یحی بن شرف النووی الشافعی رحمہ اللہ (ت676ھ) لکھتے ہیں:

فَمَعْنٰى "قَرَّبَ" تَصَدَّقَ.

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص280 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: "قَرَّبَ" کا معنی صدقہ کرنا ہے۔

اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1396ھ) لکھتے ہیں:

"وَالتَّقْرِيْبُ" التَّصَدُّقُ بِالْمَالِ تَقَرُّبًا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

(اعلاء السنن للعثمانی: ج17 ص207 کتاب الاضاحی)

ترجمہ: "تقریب" کا معنی ہے مال کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لیے صدقہ کرنا۔

دلیل نمبر2:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت261ھ)

حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاؤُوا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ الْبَدَنَةَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الْكَبْشَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الدَّجَاجَةَ، ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ الْبَيْضَةَ."

(صحیح مسلم: ج1 ص282 کتاب الجمعۃ-باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے نام ان کے آنے کی ترتیب سے لکھتے رہتے ہیں)۔ جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جو جمعہ کی نماز کے لئے سب سے پہلے (یعنی جلدی) آتا ہے اسے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو گائے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو مینڈھا، اس کے بعد والے کو مرغی، اس کے بعد والے کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث میں لفظ "یُھْدِیْ" ہے اور "اِھْدَاء" معنی ہے: قربانی کرنا۔ لہٰذا اس حدیث سے مرغ اور انڈے کی قربانی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

جواب:

اس روایت میں لفظ "یُھْدِیْ" ہے اور یہاں "اَھْدٰی، یُھْدِیْ، اِھْدَاءً" کا معنی

صدقہ و خیرات کرنا ہے نہ کہ قربانی کرنا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قربانی کا معنیٰ ”اراقۃ الدم“ ہے یعنی خون بہانا اور ”اراقۃ الدم“ انڈے میں ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ محدث علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1396ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحَقُّ اَنَّ الْاِهْدَاءَ مُفَسَّرٌ بِالتَّصَدُّقِ دُوْنَ اِرَاقَةِ الدَّمِ بِدَلِيْلِ ذِكْرِ الْبَيْضَةِ.

(اعلاء السنن: ج17 ص207 کتاب الاضاحی)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ یہاں ”إِهْدَاء“ سے مراد صدقہ کرنا ہے نہ کہ اراقۃ الدم (یعنی قربانی) اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں انڈے کا ذکر ہے (اور انڈے میں اراقۃ الدم ناممکن ہے)

خلاصہ کلام:

ان دونوں حدیثوں میں ”بیضہ“ کا لفظ موجود ہے۔ اس لیے ”قَرَّبَ، يُقَرِّبُ، تَقْرِيْبًا“ سے مراد بھی تقریب مالی اور ”اَهْدٰى، يُهْدِيْ، اِهْدَاءً“ سے مراد بھی اہداءِ مالی لینا لازم ہے، قربانی مراد لینا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ قربانی کا معنیٰ ”اراقۃ الدم“ ہے اور ”اراقۃ الدم“ بیضۃ میں ممکن ہی نہیں۔

فائدہ:

اگر کوئی شخص قربانی کرنے والوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کے لیے مرغ کی قربانی کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کا طریقہ ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَفِي أُصُولِ التَّوْحِيدِ لِلْإِمَامِ الصَّفَّارِ وَالتَّضْحِيَةُ بِالدِّيكِ وَالدَّجَاجَةِ فِي أَيَّامِ الْأُضْحِيَّةِ مِمَّنْ لَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْهِ لِإِعْسَارِهِ تَشْبِيهًا بِالْمُضَحِّينَ مَكْرُوهٌ، لِأَنَّهُ مِنْ رُسُومِ الْمَجُوسِ. (فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص370 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس)

ترجمہ: امام صفار کی کتاب "اصول توحید" میں ہے: قربانی کے دنوں میں غربت کی وجہ سے جس آدمی کے پاس قربانی دینے کی طاقت نہ ہو تو اگر وہ مرغ اور مرغی کی قربانی دے تاکہ قربانی دینے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

فائدہ:

امام صفار سے مراد مشہور متکلم، محدث، فقیہ ابو القاسم احمد بن عصمہ البلخی رحمہ اللہ (ت 326ھ) ہیں۔

[4]: جانور کی عمر

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فَلَا يَجُوزُ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عَنِ الْأُضْحِيَّةِ إِلَّا الثَّنِيُّ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ وَإِلَّا الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ خَاصَّةً إِذَا كَانَ عَظِيمًا وَأَمَّا مَعَانِي هٰذِهِ الْأَسْمَاءِ فَقَدْ ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوا: الْجَذَعُ مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَالثَّنِيُّ ابْنُ سَنَةٍ وَالْجَذَعُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ مِنْهُ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالْجَذَعُ مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ أَرْبَعِ سِنِينَ وَالثَّنِيُّ ابْنُ خَمْسٍ.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5 ص297 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب)

ترجمہ: قربانی کے لیے اونٹ، گائے اور بکری کا "ثنی" ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ملیں تو چھے مہینے کا مینڈھا جو دیکھنے میں بڑا نظر آئے جائز ہے۔ مذکورہ جانوروں کے "ثنی" کا معنی امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ بکری کا "جزع" چھے مہینے کا اور "ثنی" ایک سال کا ہوتا ہے، گائے کا "جزع" ایک سال کا اور "ثنی" دو سال کا ہوتا ہے، اونٹ کا "جزع" چار سال کا اور "ثنی" پانچ سال کا ہوتا ہے۔

دلیل:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ."

(صحیح مسلم: ج2 ص155 کتاب الاضاحی باب سن الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے مُسِنَّہ (یعنی قربانی کی عمر والا جانور) ذبح کرو۔ ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر دنبہ میں سے جذعہ (یعنی چھ ماہ کا ایسا دنبہ جو سال کا لگتا ہو) ذبح کرو۔

فائدہ نمبر 1: "اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ" کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں۔
اگر کوئی بندہ چھ ماہ کا ایسا دنبہ ذبح کرے جو دیکھنے میں سال کا لگتا ہو تو جائز ہے اگرچہ اسے ایک سال کا بکرا میسر ہو۔

فائدہ نمبر 2: اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے۔ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "مسنہ" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد اونٹ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔

امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ: الْمُسِنَّةُ هِیَ الثَّنِيَّةُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

(شرح مسلم للنووی: ج2 ص155 کتاب الاضاحی باب سن الاضحیۃ)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ "مسنہ" سے مراد اونٹ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔

اور فقہاء کرام کے ہاں ”الثنی“ سے مراد یہ ہے کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ فقہاء کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث وفقیہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر القُدوری رحمہ اللہ (ت428ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قَدْ ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوا: اَلْجَذَعُ مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَالثَّنِيُّ ابْنُ سَنَةٍ وَالْجَذَعُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ مِنْهُ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالْجَذَعُ مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ أَرْبَعِ سِنِيْنَ وَالثَّنِيُّ ابْنُ خَمْسٍ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص297 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب)

ترجمہ: امام قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری کا ”جذع“ چھ ماہ کا ہوتا ہے اور بھیڑ، بکری کا ”ثنی“ ایک سال کا ہوتا ہے۔ گائے کا ”جذع“ ایک سال کا ہوتا ہے اور گائے کا ”ثنی“ دو سال کا ہوتا ہے۔ اونٹ کا ”جذع“ چار سال کا ہوتا ہے اور اونٹ کا ”ثنی“ پانچ سال کا ہوتا ہے۔

(2) محدث وفقیہ علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم رحمہ اللہ (ت970ھ) فرماتے ہیں:

وَالثَّنِيُّ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ: ابْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ: ابْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ، ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ.

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ج8 ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(3) مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت1346ھ) لکھتے ہیں:

اَلْمُسِنَّةُ- بِضَمِّ الْمِيْمِ وَ كَسْرِ السِّيْنِ وَبِالنُّوْنِ الْمُشَدَّدَةِ - وَهُوَ مِنَ

الْاِبِلِ مَا اسْتَكْمَلَ خَمْسَ سِنِيْنَ وَطَعَنَ فِي السَّادِسَةِ وَمِنَ الْبَقَرِ مَا اسْتَكْمَلَ سَنَتَيْنِ وَطَعَنَ فِي الثَّالِثَةِ وَمِنَ الْغَنَمِ ضَأْنًا اَوْ مَعْزًا مَا اسْتَكْمَلَ سَنَةً وَطَعَنَ فِي الثَّانِيَةِ.

(بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد: ج4 ص71 کتاب الضحایا، باب مایجوز فی الضحایا من السن)

ترجمہ: اونٹ کا مسنہ وہ ہے جو پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں چل رہا ہو، گائے کا مسنہ وہ ہے جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں چل رہا ہو اور بکری و بھیڑ کا مسنہ وہ ہے جو ایک سال مکمل کر کے دوسرے سال میں چل رہا ہو۔

نمبر2: مذکورہ حدیث میں "مسنہ" کے متبادل "جَذْعَةٌ مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم رحمہ اللہ (ت970ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالُوْا: هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْماً بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهٗ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ.

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ج8 ص202 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

فائدہ:

یہ حکم صرف بھیڑ اور دنبہ میں ہے، بکری یا گائے بھینس اور اونٹ کے لیے نہیں کیونکہ حدیث پاک میں صرف اسی کی اجازت ہے۔ اس لیے یہ غیر مدرک بالقیاس ہے اور ضابطہ ہے کہ جو چیز خلافِ قیاس محض نص سے ثابت ہو تو وہ نص تک

ہی محدود رہتی ہے۔

چنانچہ علامہ اکمل الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمود البابرتی رحمہ اللہ (ت786ھ) لکھتے ہیں:

وَالثَّابِتُ بِالنَّصِّ عَلٰی خِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰی مَوْرِدِ النَّصِّ.

(العنایۃ شرح الہدایۃ للبابرتی: ج11 ص115 کتاب الوکالۃ)

ترجمہ: جو مسئلہ نص سے خلافِ قیاس ثابت ہو تو وہ مسئلہ نص کے مقام تک ہی محدود رہتا ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے "فتاویٰ اصحاب الحدیث" میں ہے:

قربانی کے جانور کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو دانتہ ہو اس کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے کیونکہ علاقائی آب وہوا کی وجہ سے اس کے دو دانتہ ہونے کی عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، اگر دو دانتہ نہ ملے تو ایک سال کا دنبہ یا چھترا ذبح کیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ اصحاب الحدیث از حافظ عبد اللہ غیر مقلد: ج2 ص392)

دلیل:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ."

(صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے مُسِنَّہ ذبح کرو۔ ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر دنبہ میں سے جذعہ ذبح کرو۔

حدیث میں لفظ ”مسنہ“ ہے اور مسنہ کا معنی ”ثنی“ ہوتا ہے، اور ”ثنی“ لغت میں دو دانتوں کو کہتے ہیں۔ لہذا حدیث میں جس جانور کی قربانی کا تذکرہ ہے اس سے مراد ایسا جانور ہے جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

جواب 1:

”مسنہ“ کا معنی ”ثنی“ ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابو زکریا یحی بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

الْمُسِنَّةُ هِيَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

(شرح مسلم للنووی: ج2 ص155 باب سن الاضحیۃ)

ترجمہ: ”مسنہ“ سے مراد اونٹ، گائے اور بکری میں سے ”الثنی“ ہے۔

اور ”ثنی“ کے لغت میں دو معنی آتے ہیں:

1: دو دانتہ جانور

2: عمر رسید جانور

چند لغات کا حوالہ پیش ہے:

◆ معروف مشہور لغوی عالم امام ابو الفتح ناصر الدین بن عبد السید بن علی المُطرِّزی رحمہ اللہ (ت610ھ) لکھتے ہیں:

اَلثَّنِيُّ مِنَ الْإِبِلِ الَّذِيْ أَثْنٰى أَيْ أَلْقٰى ثَنِيَّتَهٗ وَهُوَ مَا اسْتَكْمَلَ السَّنَةَ الْخَامِسَةَ وَدَخَلَ فِي السَّادِسَةِ وَمِنَ الظِّلْفِ مَا اسْتَكْمَلَ الثَّانِيَةَ وَدَخَلَ فِي الثَّالِثَةِ. (المُغرِّب فی ترتیب المُعرِّب: ج1 ص124)

ترجمہ: ثنی اونٹ وہ اونٹ ہوتا ہے جو اپنے دو دانت گرا دیتا ہے اور یہ وہ اونٹ ہوتا ہے جو پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں داخل ہو رہا ہو۔ اور کھروں والے جانوروں (یعنی گائے بھینس) میں ثنی وہ جانور ہے جو دو سال مکمل کر چکا ہو اور تیسرے سال میں داخل ہو رہا ہو۔

- معروف لغوی عالم ابو العباس امام احمد بن محمد بن علی الفَیُّومی رحمہ اللہ (ت834ھ) لکھتے ہیں:

(اَلثَّنِيَّةُ) مِنَ الْأَسْنَانِ جَمْعُهَا ثَنَايَا وَ ثَنِيَّاتٌ وَفِي الْفَمِ أَرْبَعٌ وَ (الثَّنِيُّ) الْجَمَلُ يَدْخُلُ فِي السَّنَةِ السَّادِسَةِ وَالنَّاقَةُ ثَنِيَّةٌ وَ (الثَّنِيُّ) أَيْضًا الَّذِيْ يُلْقِيْ ثَنِيَّتَهُ.

(المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر: ج1 ص85)

ترجمہ: لفظ "الثنیۃ" دانتوں سے عبارت ہے، اس کی جمع "ثنایا" اور "ثنیات" ہے۔ یہ (ثنیہ) منہ میں چار ہوتے ہیں۔ "الثنی" اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چھٹے سال میں داخل ہو رہا ہو۔ اونٹنی کو "الثنیۃ" کہتے ہیں۔ اور "الثنی" اس کو بھی کہتے ہیں جو اپنے دانت گرا رہا ہو۔

یہ مسئلہ چونکہ شریعت کا ہے اس لیے لغت کا وہ معنیٰ مراد لیں گے جو اصحاب شرع نے لیا ہے اور وہ فقہاء ہیں۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) نے "بَابُ مَا جَاءَ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ" میں میت کو غسل دینے کے مسئلہ میں فقہاء کرام کے اقوال ذکر کیے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کا مقصد اسے پاک صاف کرنا ہے۔ اگر میت تین بار سے کم مرتبہ غسل دینے سے پاک صاف ہو جائے تو تین مرتبہ سے کم پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے البتہ تین مرتبہ غسل دینا مستحب ہے۔ اسی کے ضمن

میں فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ.

(سنن الترمذی: ج1 ص193 باب ماجاء فی غُسل المیت)

ترجمہ: یہی بات فقہاء فرماتے ہیں اور فقہاء؛ حدیث کا معنی زیادہ جانتے ہیں۔

جواب2:

"جذعة" سے مراد باتفاق امت دنبے اور بھیڑ میں چھ ماہ کی عمر والا جانور ہے۔مسنہ کے متبادل عمر کے اعتبار سے جانور کا تعین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ "مسنہ" کی بنیاد عمر ہے نہ کہ دانت کا گرنا۔ خود غیر مقلدین بھی دو دانتہ نہ ملنے کی صورت میں ایک سالہ بکری یعنی عمر کا اعتبار کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے "فتاویٰ اصحاب الحدیث" میں ہے:

"اگر دو دانتہ نہ ملے تو ایک سال کا دنبہ یا چھترا ذبح کیا جا سکتا ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث از حافظ عبد اللہ غیر مقلد: ج2 ص392)

فائدہ:

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قُدامۃ الحنبلی رحمہ اللہ (ت 620ھ) نے عقیقہ کے جانور کا ذکر کرتے ہوئے اسے قربانی پر قیاس کیا ہے۔اس قیاس کے منجملہ امور میں سے ایک امر عقیقہ کے جانور کی عمر کو قربانی کے جانور کی عمر پر قیاس کرنا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ ابن قدامہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قربانی کے جانور میں بنیاد عمر ہے نہ کہ دو دانتہ ہونا۔

چنانچہ شیخ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَشْبَهُ قِيَاسُهَا عَلَى الْأُضْحِيَةِ لِأَنَّهَا نَسِيْكَةٌ مَشْرُوْعَةٌ غَيْرُ وَاجِبَةٍ فَأَشْبَهَتِ الْأُضْحِيَةَ وَلِأَنَّهَا أَشْبَهَتْهَا فِي صِفَاتِهَا وسَنِّهَا وَقَدْرِهَا وَشُرُوْطِهَا

فَأَشْبَهَتْهَا فِي مَصْرِفِهَا.

(المغنی مع الشرح الکبیر: ج5 ص214، 215 کتاب الحج مسائل وفصول فی العقیقۃ)

ترجمہ: زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کو قربانی پر قیاس کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک قربانی ہے جو مشروع ہے، مگر واجب نہیں، پس قربانی کے مشابہ ہوئی، اور اس لیے بھی کہ عقیقہ صفات میں، جانور کی عمر میں، مقدار میں اور شرائط میں قربانی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا اس کے مصرف میں بھی مشابہ ہوئی۔

جانور کے سات اعضاء کے بارے میں اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف

اھل السنۃ و الجماعۃ احناف کے ہاں حلال جانور کے سات درج ذیل سات اشیاء کھانا جائز نہیں۔ ان میں سے پہلی چیز حرام ہے اور باقی چھ مکروہِ تحریمی ہیں۔

سات اشیاء یہ ہیں:

[1]: بہتا ہوا خون

[2]: مادہ جانور کی پیشاب گاہ

[3]: خصیتین

[4]: غدود

[5]: نر جانور کی پیشاب گاہ

[6]: مثانہ

[7]: پتہ

دلیل:

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی رحمہ اللہ (ت211ھ) اور امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ.

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص409، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج10 ص7 باب مایکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دم مسفوح (بہتا ہوا خون)، مادہ جانور کی پیشاب گاہ، خصیتین، غدود، نر جانور کی پیشاب گاہ، مثانہ اور پتہ

فائدہ: غیر مقلدین کے ہاں جانور کے چھ اجزاء حلال ہیں

دم مسفوح کا کھانا بوجہ نصِ قطعی کے حرام ہے۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ﴾

(سورۃ البقرۃ:173)

ترجمہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اور باقی چھ کا کھانا مکروہ ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے ہاں دم مسفوح کے علاوہ حلال جانور کا ہر عضو حلال ہے۔

چنانچہ میاں نذیر حسین دہلوی (ت 1320ھ) لکھتے ہیں:

"بکری وغیرہ جتنے جانور حلال ہیں ان کے تمام اجزاء حلال ہیں، ان کی کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ ہاں دمِ مسفوح البتہ حرام ہے کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید میں آئی ہے، اس کے سوا باقی اور تمام چیزیں حلال ہیں کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں

.... اس وجہ سے کہ شریعت نے حلال جانور کو حلال کر دیا تو ہمارے لیے اس کے تمام اجزاء حلال ہیں۔ ہاں جس جزو کو خود شریعت ہی نے حرام بنا دیا تو وہ جزو البتہ حرام ہو گا اور ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتوں کا بعض اجزاء کو مکروہ وخبیث سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے اور شریعت نے ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دی ہے کہ جن اجزاء کو ہماری طبیعتیں خبیث سمجھیں تو ان اجزاء کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانیں۔"

(فتاویٰ نذیریہ: ج3 ص320)

غیر مقلدین کے دلائل:

دلیل نمبر 1:

میاں نذیر حسین دہلوی (ت 1320ھ) لکھتے ہیں:

"دمِ مسفوح البتہ حرام ہے کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید میں آئی ہے، اس کے سوا باقی اور تمام چیزیں حلال ہیں کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں۔"

(فتاویٰ نذیریہ: ج3 ص320)

جواب:

ہم نے دمِ مسفوح کے علاوہ باقی چھ اشیاء کو "حرام" نہیں کہا بلکہ مکروہ کہا ہے اور یہ کراہت نص سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) اور امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ.

(مصنف عبد الرزاق: ج4، ص409، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج10، ص7، باب ما یکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دلیل نمبر2:

میاں نذیر حسین دہلوی (ت1320ھ) لکھتے ہیں:

"ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتوں کا بعض اجزاء کو مکروہ وخبیث سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے اور شریعت نے ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دی ہے کہ جن اجزاء کو ہماری طبیعتیں خبیث سمجھیں تو ان اجزاء کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانیں۔"

(فتاویٰ نذیریہ: ج3ص320)

جواب:

ہم نے مذکورہ اجزاء کو مکروہ قرار دینے میں اپنی "طبیعت" کو دلیل نہیں بنایا بلکہ ہم نے دلیل؛ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے۔

فائدہ:

محترم قارئین! آپ نے طبیعت کو دلیل شرعی نہ ماننے کے متعلق میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کی رائے دیکھ لی جبکہ علامہ وحید الزمان صاحب کی رائے یہ ہے کہ وہ طبیعت کو دلیل شرعی بناتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اب ہمارے اصحاب کا ایک قول ضعیف اور ہے، وہ یہ کہ منی عورت کی نجس ہے اور مرد کی پاک ہے اور ایک قول اس سے بھی زیادہ ضعیف یہ ہے کہ دونوں کی منی نجس ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے، اور جب منی پاک ہوئی تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: صحیح یہ ہے کہ درست نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے گھن کرتی ہے۔"

(ترجمہ صحیح مسلم از علامہ وحید الزمان: ج1ص387، باب: منی کا حکم)

علمی لطیفہ:

غیر مقلدین نہ ماننے پہ آئیں تو اجماع اور قیاس تک کو دلیل نہیں مانتے اور اگر ماننے پہ آئیں تو طبیعت کو بھی دلیل مان لیتے ہیں۔

[5]: شرکاء اور ان کی تعداد

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِءُ إِلَّا عَنْ وَاحِدٍ وَإِنْ كَانَتْ عَظِيمَةً وَالْبَقَرُ وَالْبَعِيرُ يُجْزِي عَنْ سَبْعَةٍ.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5 ص375 الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکۃ فی الضحایا)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کافی ہوتی ہے اگرچہ بڑی کیوں نہ ہو، اور گائے اور اونٹ سات کی جانب سے کافی ہوتے ہیں۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِي بَدَنَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424، باب الاشتراک في الھدی واجزاء البقرۃ والبدنۃ کل منھما عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور

گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَیْبِیَۃِ الْبَدَنَۃَ عَنْ سَبْعَۃٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَۃٍ.

(صحیح مسلم: ج1 ص424، باب الاشتراک فی الھدی واجزاء البقرۃ والبدنۃ کل منھما عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔

غیر مقلدین کا موقف:

اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اونٹ میں سات یا دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔“

(مقالات زبیر علی زئی: ج2 ص215)

مولوی عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”گائے میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس حصے دار شریک ہو سکتے ہیں۔“

(فتاویٰ محمدیہ از محمد عبید اللہ: ص660)

دلیل:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت

نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً.

(سنن الترمذی: ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آگیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

جواب نمبر 1:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کی احادیث مروی ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل کس پر تھا؟ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا ہوں اسے لے لیتے ہیں اور جس پر عمل نہ ہوں اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) یہی ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلٰى مَا عَمِلَ بِهٖ أَصْحَابُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ.

(سنن ابی داؤد: باب من لایقطع الصلوۃ شئ)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف حدیثیں مروی ہوں تو (عمل کے لیے اس روایت کو) دیکھا جائے گا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا أَخَذَ بِهِ أَصْحَابُهُ.

(سنن ابی داؤد: باب لحم الصید للمحرم)

ترجمہ: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف حدیثیں مروی ہوں تو (عمل کے لیے) اس حدیث کو دیکھا جائے گا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے لیا ہو۔

قربانی کے اونٹ میں کتنے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں مروی ہیں؛

☼ **ایک حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما** جس میں دس افراد کے شریک ہونے کا ذکر ہے

☼ **اور دوسری حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ** جس میں سات افراد کے شریک ہونے کا ذکر ہے۔

ان دو روایتوں میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر ہے۔

چنانچہ امام ابو عیسی محمد بن عیسی سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

(سنن الترمذی: ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: اسی حدیث پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا عمل ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی

حدیث مبارک پر ہے اس لئے ہمارے لئے بھی وہی قابل عمل ہے۔

جواب نمبر2:

طرز محدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث منسوخ ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ناسخ ہے۔

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يُعَقِّبُونَهَا بِالنَّاسِخِ.

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص156 باب الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کی مبارک عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر وہ لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے اور اس کے بعد حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث منسوخ ہے۔

جواب نمبر3:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث فعلی جبکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث قولی ہے اور حدیث قولی کو حدیث فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ ، وَالصَّحِيحُ حِينَئِذٍ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ

تَرۡجِيۡحُ الۡقَوۡلِ.

(شرح مسلم للنووی: باب تحریم نکاح المحرم)

ترجمہ: یہاں قول اور فعل میں تعارض ہے اور اصولیین کے ہاں صحیح موقف یہ ہے کہ ترجیح؛ قول کو ہوتی ہے۔

اور اس مسئلہ میں ایک طرف صرف فعلی حدیث جبکہ دوسری طرف فعلی اور قولی دونوں حدیثیں ہیں۔

فائدہ:

”اصولیین“ سے مراد اصولِ فقہ کے ماہر علماء ہیں۔

بکری سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

يَجِبُ أَنۡ يُعۡلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجۡزِءُ إِلَّا عَنۡ وَاحِدٍ وَإِنۡ كَانَتۡ عَظِيۡمَةً.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5 ص375 الباب الثامن)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کافی ہوتی ہے اگرچہ وہ بڑی ہی کیوں نہ ہو۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ

رَجُلٌ فَقَالَ: اِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِهَا وَلَا اَجِدُهَا فَاَشْتَرِيْهَا فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاةٍ فَيَذْبَحُهُنَّ.

(سنن ابن ماجۃ: ص226، کتاب الاضاحی باب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے اور میں مالدار بھی ہوں لیکن بڑا جانور مجھے مل نہیں رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے فرمایا: سات بکریاں خرید لو اور انہیں ذبح کر لو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا اور بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہوسکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

فائدہ: اس سائل پر بڑا جانور واجب ہونے کی وجہ

اس سائل پر بڑا جانور درج ذیل وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے واجب تھا:

1: اس شخص نے نذر مانی تھی۔

2: اس نے حالتِ احرام میں کسی بڑے جانور کا شکار کر لیا تھا تو بطورِ ضمان اس پر بڑا جانور ذبح کرنا واجب تھا۔

3: اس نے دورانِ حج اپنی بیوی سے جماع کر لیا تھا اور بطورِ دم یہ بڑا جانور اس پر واجب تھا۔

چنانچہ شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قُدامۃ الحنبلی رحمہ اللہ (ت620ھ) اسی روایت کو مذکورہ مسائل میں بطورِ دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِنَّ سَبْعًا مِنَ الْغَنَمِ يُجْزِئُ عَنِ الْبَدَنَةِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا سَوَاءٌ كَانَتِ الْبَدَنَةُ وَاجِبَةً بِنَذْرٍ، أَوْ جَزَاءِ صَيْدٍ، أَوْ كَفَّارَةِ وَطْءٍ.... لِمَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَأَنَا مُوسِرٌ لَهَا، وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيَهَا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحُهُنَّ.» رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ.

(المغنی مع الشرح الکبیر: ج5 ص205 کتاب الحج باب الفدیۃ وجزاء الصید)

ترجمہ: بڑا جانور ذبح کرنے کی قدرت کے باوجود سات بکریاں اس کے بدلے میں ذبح کرنا درست ہے چاہے بڑا جانور نذر ماننے کی وجہ سے واجب ہوا ہو یا شکار کرنے کی وجہ سے بطورِ ضمان واجب ہوا ہو یا (حج کے دوران اپنی بیوی سے) جماع کرنے پر بطورِ کفارہ واجب ہوا ہو۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے ذمہ ایک بڑا جانور ذبح کرنا لازم ہے اور میں مالدار بھی ہوں لیکن بڑا جانور مجھے مل نہیں رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: سات بکریاں خرید لو اور انہیں ذبح کر لو۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص پر بڑا جانور ان تین وجوہات میں سے کسی وجہ سے واجب ہوا تھا۔

دلیل نمبر 2:

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَلشَّاةُ عَنْ وَاحِدٍ.

(اعلاء السنن محدث ظفر احمد عثمانی: ج17، ص210، باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ بکری ایک آدمی کی طرف

سے کافی ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”گھر کا سربراہ یا کوئی آدمی ایک قربانی کر دے تو وہ سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے۔“

(ماہنامہ الحدیث: شمارہ 55 ص 55، مدیر زبیر علی زئی غیر مقلد)

دلیل نمبر 1:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتَّى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرَى.

(سنن الترمذی: ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قربانی کیسے ہوتی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آدمی اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا، پھر سارے گھر والے اسے کھاتے تھے اور (دوسروں کو بھی) کھلاتے تھے، یہاں تک کہ لوگ دِکھاوے اور فخر میں مبتلا ہو گئے اور وہ کچھ ہونے لگا جو تم دیکھ رہے ہو۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ الْغِفَارِيِّ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ... كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّونَ بِالشَّاةِ فَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الرَّجُلِ يُضَحِّي عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ)

ترجمہ: حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اُسَید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پہلے ایک گھر والے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے اب حالت یہ ہے کہ ایسا کرنے پر ہمارے پڑوسی ہمیں بخیل کہتے ہیں۔

جواب نمبر 1:

مراد اشتراک فی اللحم ہے یعنی ذبح تو ایک آدمی کرتا تھا لیکن اس کا گوشت خود بھی کھاتا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتا تھا۔

[1]: امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ (ت189ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَكُونُ مُحْتَاجًا فَيَذْبَحُ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يُضَحِّي بِهَا عَنْ نَفْسِهِ فَيَأْكُلُ وَيُطْعِمُ أَهْلَهُ فَأَمَّا شَاةٌ وَاحِدَةٌ تُذْبَحُ عَنِ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ أُضْحِيَةٍ فَهٰذِهٖ لَا يُجْزِئُ وَلَا يَجُوزُ شَاةٌ إِلَّا عَنِ الْوَاحِدِ.

(مؤطا الامام محمد: ص282 باب ما یجزئ من الضحایا عن اکثر من واحد)

ترجمہ: ایک شخص محتاج ہوتا تھا تو ایک ہی بکری ذبح کرتا، قربانی تو اپنی طرف سے کرتا لیکن کھانے میں اپنے ساتھ گھر والوں کو بھی شریک کرتا تھا۔ جہاں تک ایک بکری کا معاملہ ہے تو وہ دو یا تین آدمیوں کی طرف سے کافی نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک شخص کی طرف سے ہی کافی ہوتی ہے۔

[2]: علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ (ت 1204ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّهُ مَحْمُوْلٌ عَلىٰ مَا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُحْتَاجًا إِلَى اللَّحْمِ أَوْ فَقِيْرًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْأُضْحِيَةُ فَيَذْبَحُ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ عَنْ نَفْسِهٖ وَيُطْعِمُ اللَّحْمَ أَهْلَ بَيْتِهٖ أَوْ يُشْرِكُهُمْ فِي الثَّوَابِ فَذٰلِكَ جَائِزٌ فَأَمَّا الْاِشْتِرَاكُ فِي الشَّاةِ الْوَاحِدَةِ فِي الْأُضْحِيَةِ الْوَاجِبَةِ فَلَا.

(التعلیق المجد علی موطا الامام محمد: ص282 باب مایجزئ من الضحایا عن اکثر من واحد)

ترجمہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو گوشت کی ضرورت ہوتی یا وہ فقیر ہوتا اور قربانی اس پر واجب نہیں ہوتی تو وہ اپنی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا اور اپنے گھر والوں کو گوشت کھلاتا یا (فقیر ہونے کی صورت میں) گھر والوں کو ثواب میں شریک کرتا اور یہ جائز ہے۔ باقی رہا واجب قربانی کی صورت میں ایک بکری میں اشتراک تو یہ جائز نہیں۔

جواب نمبر 2:

ہمارا موقف یہ ہے کہ ہر عاقل بالغ صاحبِ نصاب شخص پر صرف اپنی جانب سے قربانی واجب ہے، اپنی نابالغ اولاد کی جانب سے واجب نہیں۔ جب نابالغ اولاد کی جانب سے گھر کے سربراہ پر قربانی واجب ہی نہیں تو ایک قربانی کے پورے گھرانے کی طرف سے کافی ہونے کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ نیز حدیثِ ابو سریحہ کے بعض طرق میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ ..... كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّوْنَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا.

(سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 3148)

ترجمہ: حضرت ابو سریحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پہلے ایک گھر والے ایک یا دو بکریوں کی قربانی کیا کرتے تھے اب حالت یہ ہے کہ ایسا کرنے پر ہمارے پڑوسی ہمیں بخیل کہتے ہیں۔

اگر ایک بکری پورے گھرانے کے صاحبِ نصاب افراد کی طرف سے کافی ہو جاتی تو دو بکریاں ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک یا دو بکریوں کی قربانی اس لیے کی جاتی تھیں کہ اس وقت گھر کے سربراہ ایک یا دو ہوتے اور وہ صاحبِ نصاب ہوتے تھے تو ہر ایک کی طرف سے قربانی کی جاتی۔ تو یہ روایت ہماری دلیل بنتی ہے کہ ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ) فرماتے ہیں:

وَاَمَّا قَوْلُ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ: "کَانَ الرَّجُلُ فِیْ عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُضَحِّیْ بِالشَّاۃِ عَنْہُ وَعَنْ أَھْلِ بَیْتِہٖ حَتّٰی تَبَاھَی النَّاسُ" وَقَوْلُ اَبِیْ سَرِیْحَۃَ: "کَانَ أَھْلُ الْبَیْتِ یُضَحُّوْنَ بِالشَّاۃِ وَالشَّاتَیْنِ وَالْآنَ یُبَخِّلُنَا جِیْرَانُنَا" فَھُوَ حُجَّۃٌ لَنَا لَا عَلَیْنَا فَاِنَّا لَا نَقُوْلُ بِوُجُوْبِ الْاُضْحِیَۃِ عَلَی الْمُوْسِرِ عَنْ اَوْلَادِہٖ، وَلَا عَنْ زَوْجَتِہٖ، وَاِنَّمَا عَلَیْہِ اَنْ یُضَحِّیَ عَنْ نَفْسِہٖ وَھٰذَا ھُوَ مُرَادُ اَبِیْ اَیُّوْبَ وَاَبِیْ سَرِیْحَۃَ اَنَّ الْاَغْنِیَاءَ الْمَیَاسِیْرَ لَمْ یَکُوْنُوْا یُضَحُّوْنَ عَنْ اَوْلَادِھِمُ الصِّغَارِ، وَلَا عَنْ اَھْلِ بَیْتِہِمْ حَتّٰی تَبَاھَی النَّاسُ، وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ سَرِیْحَۃَ: "کَانَ أَھْلُ الْبَیْتِ یُضَحُّوْنَ بِالشَّاۃِ وَالشَّاتَیْنِ" وَلَوْ کَانَ ذٰلِكَ لِلْاِشْتِرَاكِ لَمْ یَکُنْ حَاجَۃٌ اِلٰی اَزْیَدَ مِنْ شَاۃٍ اَصْلًا، وَلٰکِنَّ الْیَسَارَ اِنَّمَا کَانَ لِقَیِّمِ الْبَیْتِ، وَلَا یَکُوْنُ لِاَھْلِ الْبَیْتِ اِلَّا قَیِّمٌ وَاحِدٌ، اَوِ اثْنَانِ غَالِبًا، فَلِاَجْلِ ذٰلِكَ کَانَ اَھْلُ الْبَیْتِ یُضَحُّوْنَ بِالشَّاۃِ وَالشَّاتَیْنِ وَلَمْ یَکُوْنُوْا یُضَحُّوْنَ عَنِ الصِّغَارِ وَلَا عَنِ الْکِبَارِ الْفُقَرَاءِ

حَتّٰی تَبَاهَوْا بِذٰلِكَ، فَلَا دَلِیْلَ فِیْهِ عَلٰی إِجْزَاءِ الشَّاةِ عَنْ اَهْلِ الْبَیْتِ كُلِّهِمْ اِذَا كَانُوْا اَغْنِیَاءَ فَافْهَمْ.

(اعلاء السنن: ج17 ص211)

ترجمہ: جہاں تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے فرمان کہ ”ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کرتا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے فخر کرنا شروع کر دیا“ اور ابو سریحہ کے فرمان کہ ”گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے اور اب اپنے پڑوسیوں کی طرف سے بھی بخل کے طعنے ملتے ہیں“ کی بات ہے تو یہ ہماری دلیلیں ہیں، ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مال دار پر اپنی اولاد اور اپنی بیوی کی طرف سے بھی قربانی واجب ہے بلکہ (ہمارا دعویٰ ہے کہ) اس پر صرف اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے اور یہی ابوایوب انصاری اور ابو سریحہ کی مراد ہے کہ مال دار آدمی اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے قربانی نہیں کرتا تھا اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف سے کرتا تھا حتی کہ لوگوں نے فخر کرنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے تو ابو سریحہ نے کہا کہ ”ایک گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے“۔ اگر یہ بات مشترک قربانی کے لئے ہوتی تو ایک بکری سے زیادہ ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ اس صورت میں ایک بکری کافی ہو جاتی) لیکن مالدار تو صرف گھر کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس وقت چونکہ گھر کے سربراہ ایک یا دو ہوتے تھے اسی وجہ سے گھر والے ایک یا دو بکریوں کی قربانی کرتے تھے اور وہ اپنے چھوٹوں اور بڑے فقراء کی طرف سے قربانی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ لوگ اس میں فخر کرنے لگے۔ تو اس صورت میں ایک بکری کے پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہونے پر کوئی دلیل نہیں جبکہ سارے گھر والے مال دار ہوں۔ خوب سمجھ لو۔

جواب نمبر 3:

اس سے مراد نفلی قربانی ہے۔ نفلی قربانی انسان اپنی طرف سے کرتا ہے لیکن ثواب میں دوسروں کو شریک کرتا ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی قربانی میں امت کو شریک کیا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ (ت 189ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، ذَبَحَ اَحَدَهُمَا عَنْ نَفْسِهٖ وَ الْآخَرَ عَمَّنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ.

(کتاب الآثار بروایت محمد: ص 175 باب الاضحیۃ، رقم الحدیث 790)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن سابط سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موٹے تازے مینڈھے ذبح کیے، ایک اپنی جانب سے اور دوسرا ہر اس شخص کی جانب سے جس نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ" پڑھا ہو۔

فائدہ: عبد الرحمٰن بن سابط کی مذکورہ روایت (کتاب الآثار) میں مکمل کلمہ کا ثبوت بھی ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا مَارُوِيَ أَنَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِشَاةٍ عَنْ اُمَّتِهٖ فَإِنَّمَا كَانَتْ تَطَوُّعًا.

(عمدۃ القاری: ج7 ص287 کتاب الحج. باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری امت کی طرف سے ذبح کی تھی تو یہ نفلی قربانی تھی۔

زبدۃ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت1346ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ لِأَجْلِ الثَّوَابِ وَهُوَ أَنَّهٗ جَعَلَ ثَوَابَ تَضْحِيَةٍ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ لِأُمَّتِهٖ لَا لِلْإِجْزَاءِ وَسُقُوْطِ التَّعَبُّدِ عَنْهُمْ.

(بذل المجہود شرح سنن ابی داوٗد: ج4 ص76 کتاب الضحایا. باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ نے جو قربانی کی تھی وہ ثواب کے لئے کی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایک بکری کا ثواب امت کو پہنچایا تھا ایسا نہیں تھا کہ ان کی طرف سے قربانی کی کفایت اور ان سے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کی تھی۔

جواب نمبر4:

یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک گھرانے میں ایک آدمی نے قربانی کی ہوتی ہے اور ہمارے عرف میں بچہ بھی کہہ دیتا ہے کہ ہم نے قربانی کی ہے حالانکہ بچے پر قربانی واجب نہیں اور نہ ہی بچے نے قربانی کی ہوتی ہے۔ تو گھر کے سربراہ کی قربانی کو وہ اپنی قربانی سمجھ رہا ہوتا ہے۔

جواب نمبر5:

اگر اس حدیث کی بنیاد پر واجب قربانی کو کئی ایک لوگوں کی طرف سے کافی قرار دیا جائے تو اس پر چند ایک اشکالات ہوں گے:

[1]: اہلِ بیت میں تو نابالغ بچے بھی شامل ہیں جن پر قربانی واجب ہی نہیں ہوتی۔

[2]: بیوی پر زکوٰۃ واجب ہو تو شوہر کی اپنے مال کی دی ہوئی زکوٰۃ بیوی کی طرف سے کافی نہیں ہوتی۔ تو اگر بیوی پر قربانی واجب ہو تو شوہر کی طرف سے کی ہوئی قربانی بیوی کی طرف سے کیسے کافی ہوگی؟

[3]: بیٹا یا بیٹی بالغ ہوں اور ان پر زکوٰۃ واجب ہو تو ان کے باپ کی اپنے مال کی دی

ہوئی زکوٰۃ ان بیٹا بیٹی کی طرف سے کافی نہیں ہوتی۔ تو اگر بالغ بیٹا بیٹی پر قربانی واجب ہو تو ان کے باپ کی طرف سے کی ہوئی قربانی اس اولاد کی طرف سے کیسے کافی ہو گی؟

[4]: بکری ایک چھوٹا جانور ہے۔ اب ایک خاندان میں سات افراد ہوں جو بالغ ہوں اور ان پر قربانی واجب ہو تو اگر یہ چھوٹا جانور بکری ان سات کی طرف سے کافی ہو سکتا ہو تو پھر ایک گائے جس میں سات حصے ہوتے ہیں وہ انچاس افراد کی طرف سے کافی ہونا چاہیے اور غیر مقلدین کے ہاں تو اونٹ میں دس حصے ہوتے ہیں تو اس قاعدہ کی رو سے تو ایک اونٹ ستر افراد کی طرف سے کافی ہونا چاہیے۔

شرکائے قربانی کے بارے میں اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کسی کافر اور مشرک کو شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک شریک بھی کافر ہوا تو کسی کی قربانی نہیں ہو گی۔

امام ابو الحسن فخر الدین حسن بن منصور بن عبد العزیز المعروف قاضی خان رحمہ اللہ (ت 592ھ) فرماتے ہیں:

وَلَوِ اشْتَرَكَ سَبْعَةٌ فِيْ بَدَنَةٍ وَوَاحِدٌ مِنْهُمْ مُشْرِكٌ كَانَ الْكُلُّ لَحْمًا.

(فتاویٰ قاضی خان: ج3 ص332 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: اگر سات آدمی ایک بڑے جانور میں شریک ہوئے اور ان میں سے ایک مشرک تھا تو یہ محض گوشت ہی ہے (قربانی نہیں)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَلَوْ كَانَ أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أَوْ غَيْرَ كِتَابِيٍّ وَهُوَ يُرِيدُ اللَّحْمَ أَوْ يُرِيْدُ الْقُرْبَةَ فِيْ دِيْنِهٖ لَمْ يُجْزِئْهُمْ عِنْدَنَا.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5 ص386 الباب الثامن فیما یتعلق بالشرکۃ فی الضحایا)

ترجمہ: اگر شرکاء میں سے ایک ذمی ہو؛ چاہے کتابی ہو یا غیر کتابی اور اس شریک کی نیت گوشت کھانے کی ہو یا وہ اپنے دین کے مطابق اس سے قربت (عبادت) کا ارادہ رکھتا ہو تو ہمارے ہاں کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی۔

دلیل:

قربانی کرنا ایک نیکی اور قربت ہے اور کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے۔ کافر کے پاس چونکہ ایمان نہیں اس لیے اس کی کوئی نیکی بشمول قربانی قابلِ قبول نہیں۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمہ اللہ (ت 587ھ) فرماتے ہیں:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع: ج4، ص195 کتاب التضحیۃ فصل واما شرائط الوجوب)

ترجمہ: قربانی عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔

قربانی چونکہ نام ہے اراقۃ الدم اور جان پیش کرنے کا اور جان میں تجزی اور تقسیم ممکن نہیں۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ جان کا کچھ حصہ قبول ہو اور کچھ قبول نہ ہو۔

مثال 1:

چار رکعت نماز تکبیرِ تحریمہ کے بعد یکجان شمار ہوتی ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ دو رکعت قبول ہوں اور دو رکعت قبول نہ ہوں بلکہ قبول ہوں گی تو چاروں اور اگر قبول نہ ہوئی تو بھی چاروں۔

مثال 2:

روزہ رکھنے کے بعد طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک یکجان شمار ہوتا ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ دن کے اول حصے کا تو قبول ہو اور بقیہ دن کا قبول نہ ہو بلکہ قبول

ہو گا تو مکمل دن کا اور اگر قبول نہ ہوا تو بھی مکمل دن کا۔

(شبہات کے جوابات از متکلمِ اسلام)

کافر کا کوئی عمل قبول نہیں:

دلیل نمبر 1:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾﴾

(سورۃ الاعراف:40)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، نہ تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو پائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:

﴿وَ مَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَۃَ وَ سَعٰی لَہَا سَعۡیَہَا وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعۡیُہُمۡ مَّشۡکُوۡرًا ﴿۱۹﴾﴾

(سورۃ الاسراء:19)

ترجمہ: اور جو شخص آخرت کا خواہشمند ہو اور اس کے لیے ایسی کوشش کرے جیسی اس کے لیے کرنی چاہیے اور وہ مومن بھی ہو، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر دانی کی جائے گی۔

دلیل نمبر 3:

﴿وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ

عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (٦٥)﴾

(سورۃالزمر:65)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

شرکائے قربانی کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے نزدیک مشرک و کافر بھی قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ علماء حدیث میں ہے:

"سوال: قربانی کی گائے کے حصص میں کیا کوئی بریلوی شریک ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کا عقیدہ شرکیہ ہے اگر اس کی شرکت جائز ہو تو مرزائی کے متعلق کیا خیال ہے؟

جواب: گائے وغیرہ کی قربانی کے حصص میں بریلوی عقیدہ کا شخص شامل ہو سکتا ہے اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی ...... باقی رہی مرزائی کی شرکت تو اس کے متعلق بھی حرام کا فتویٰ نہیں لگا سکتے۔"

(فتاویٰ علماء حدیث: ج13 ص89)

دلیل نمبر1:

فتاویٰ علماء حدیث میں ہے:

"کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ منافقین مدینہ کو مسلمانوں کی قربانی میں شریک نہ کیا گیا ہو جب منافقین کی شرکت ہو سکتی ہے تو بریلوی عقیدہ ان سے بدتر نہیں ہے۔"

(فتاویٰ علماء حدیث: ج13 ص89)

جواب:

منافقین کا مسلمانوں کی قربانیوں میں شریک نہ ہونا منقول نہیں لہذا شرکت جائز ہے، ہرگز دلیل قرار نہیں دی جا سکتی۔ اس لیے کہ اگر اس طرز استدلال کو درست قرار دیا جائے تو اس سے کئی خدشات لازم آئیں گے۔ مثلاً

[1]: بعض لوگ اذان میں "علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل" کا اضافہ کرتے ہیں وہ اگر یہی دلیل دیں کہ چونکہ کسی حدیث میں ان الفاظ کا منع نہیں آیا اس لیے یہ الفاظ کہنا درست ہے۔ تو کیا ان لوگوں کی اس دلیل کو قبول کرتے ہوئے غیر مقلدین اذان میں مذکورہ اضافے کو جائز قرار دیں گے؟!!

[2]: بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ یہ لوگ یہی دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ کسی حدیث میں جنازہ کے بعد دعا سے منع منقول نہیں اس لیے جنازے کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے۔ تو کیا ان لوگوں کی اس دلیل کو قبول کرتے ہوئے نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو درست قرار دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں!

[3]: ایک شخص فجر کے دو فرائض کے بجائے تین پڑھے، ظہر کے چار فرائض کے بجائے چھے پڑھے اور دلیل یہی دے کہ چونکہ کسی حدیث میں زائد رکعتوں کا صراحت سے منع منقول نہیں اس لیے رکعتوں کا یہ اضافہ جائز ہے تو کیا اس شخص کی اس دلیل کو قبول کیا جائے گا؟!

دلیل نمبر2:

فتاویٰ علماء حدیث میں ہے:

"عقیدے کی خرابی باقی شرکاء کے حصص کی حلت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی .... بہر حال اگرچہ مرزائی کتاب و سنت کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں

مگر اس کا کفر اس کے اپنے حصے کے لئے خرابی کا سبب بن سکتا ہے باقی لوگوں کے حصوں پر اس کا کفر حارج نہیں ہو سکتا۔"

(فتاویٰ علماء حدیث: ج13 ص89)

جواب:

قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ جان کا اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ."

(سنن الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں۔

اور جان تقسیم نہیں ہوتی۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ "مرزائی کا کفر اس کے اپنے حصے کے لئے خرابی کا سبب بن سکتا ہے باقی لوگوں کے حصوں پر اس کا کفر حارج نہیں ہو سکتا" اس وقت درست ہو جب مقصد گوشت ہو، جب یہ مقصد ہی نہیں تو ان لوگوں کی دلیل بھی درست نہیں۔ جب مقصود ہی جان کی قربانی ہے جس میں تجزی نہیں تو ایک شخص کا کفر دوسرے شرکاء کے حصہ میں حارج ہوتا ہے اور اثر انداز ہو کر دوسروں کے حصوں کو بھی باطل کر دیتا ہے۔ اس لیے کسی کی قربانی بھی قبول نہیں ہوتی۔

[6]: قربانی کے دن

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف:

قربانی کے تین دن ہیں: 12.11.10 ذوالحجہ۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ (ت 587ھ) فرماتے ہیں:

وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحٰى - وَهُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَالْحَادِيْ عَشَرَ، وَالثَّانِيْ عَشَرَ وَذٰلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إِلٰى غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الثَّانِي عَشَرَ.

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج4 ص198 کتاب الاضحیۃ، فصل: واما وقت الوجوب)

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں: یوم الاضحیٰ یعنی دس ذوالحجہ کا دن، گیارہ ذوالحجہ اور بارہ ذوالحجہ کا دن۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾

(سورۃ الحج: 28)

ترجمہ: تا کہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر حنظلی الرازی رحمہ اللہ (ت 327ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: الْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ

وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ"

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج6، ص261)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "ایام معلومات" سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

ضابطہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) فرماتے ہیں:

لِيَعْلَمَ طَالِبُ هٰذَا الْعِلْمِ أَنَّ تَفْسِيرَ الصَّحَابِيِّ الَّذِى شَهِدَ الْوَحْىَ وَالتَّنْزِيلَ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج2 ص283 تفسیر سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: علمِ حدیث کے طالبِ علم کو یہ بات جاننی چاہیے کہ وہ صحابی جو وحی کے وقت موجود ہو اور نزولِ قرآن کے وقت حاضر ہو اس کی بیان کردہ تفسیر امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ کے نزدیک حدیث مسند کے حکم میں ہوتی ہے۔

دلیل نمبر2:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ."

(صحیح البخاری: ج2، ص835، باب مایؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ:

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جا سکتا ہے۔

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَامْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ."

(سنن النسائی: کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب (اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کر لیا کرو! اسی طرح میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زائد رکھنے سے منع کیا تھا لیکن اب (اجازت دیتا ہوں کہ) تم جتنے دن چاہو اسے ذخیرہ کر سکتے ہو!“

شبہ:

جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین دن کے بعد بھی قربانی کی جا سکتی ہے۔

جواب:

گوشت تو سارا سال بھی رکھا جا سکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی، ہر گز نہیں۔ اس لیے تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل نمبر 3:

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: " اَلْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحٰى ".

(مؤطا امام مالک: ص 497 کتاب الضحایا)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے دن دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ.

(احکام القرآن للطحاوی: ج2 ص205 تاویل قولہ تعالیٰ " وَاذْكُرُوا اللهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ")

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے دن تین ہیں۔

دلیل نمبر 4:

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ.

(احکام القرآن للطحاوی: ج2 ص205 تاویل قولہ تعالیٰ " وَاذْكُرُوا اللهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ")

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

دلیل نمبر 5:

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: " اَلْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحٰى ".

(مؤطا امام مالک: ص 497 کتاب الضحایا)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قربانی کے دن دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں۔

غیر مقلدین کا موقف:

قربانی چار دن ہے۔ یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔

مولوی مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور 13 ذوالحجہ کو غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ج2 ص316)

دلیل:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

رَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى الصَّدَفِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَرَّةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَمَرَّةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ."

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال الاضحیٰ جائز یوم النحر، رقم الحدیث 19717)

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ؛ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے ہیں۔

13 ذوالحج چونکہ ایام تشریق میں شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن چار ہیں۔

جواب نمبر 1:

یہ حدیث موضوع ہے۔

چنانچہ امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (ت 327ھ) نے یہ طریق نقل فرمایا:

مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى الصَّدَفِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ.

اور اپنے والد امام محمد بن ادریس المعروف ابو حاتم الرازی (ت 277ھ) کا فیصلہ نقل کیا:

هٰذَا حَدِيْثٌ كِذْبٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ. [یہ حدیث اس سند کے ساتھ جھوٹی ہے]

(علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی: ج1 ص326)

اور ایک مقام پر اپنے والد امام محمد بن ادریس المعروف ابو حاتم الرازی (ت 277ھ) سے یہ نقل کیا:

هٰذَا حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ عِنْدِيْ. [میرے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے]

(علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی: ج1 ص569)

جواب نمبر2:

اگر یہ حدیث موضوع نہ بھی ہو تو اس کا ضعیف ہونا یقینی ہے۔ چنانچہ اس کی سند میں ایک راوی "معاویہ بن یحیی الصدفی" ہے جو کہ مجروح ہے۔

چنانچہ امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس التیمی الرازی (ت 327ھ) "معاویہ بن یحیی الصدفی" کے متعلق علمائے جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ أَنَّهُ قَالَ: مُعَاوِيَةُ بْنُ يَحْيَى الصَّدَفِيُّ لَا شَيْئَ..

ترجمہ: امام یحیی بن معین (ت 233ھ) فرماتے ہیں: معاویہ بن یحییٰ صدفی کی حدیث میں کچھ حیثیت نہیں۔

- سَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى الصَّدَفِيِّ فَقَالَ: لَيْسَ بِقَوِيٍّ..

ترجمہ: میں (یعنی ابو محمد عبد الرحمن) نے امام ابو زرعہ الرازی (ت 264ھ) سے معاویہ بن یحییٰ صدفی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

- امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس التیمی الرازی (ت 327ھ) خود فرماتے ہیں:

أَحَادِيْثُهُ كُلُّهَا مَقْلُوْبَةٌ.

ترجمہ: اس کی بیان کردہ احادیث میں تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج8 ص384)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) فرماتے ہیں:

ضَعَّفُوْهُ [محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے]

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ للذہبی: ج2 ص277)

مولوی زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔“

(فتاویٰ علمیہ: ج2ص179)

ایک اور مقام پہ لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح یا حسن لذاتہ یہ ثابت نہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں۔“

(مقالات: ج4ص340)

جواب نمبر3:

یہ روایت موضوع یا کم از کم حد درجہ ضعیف ہے جبکہ اس کے مدِ مقابل وہ روایات جن میں ان ایام کو کھانے پینے اور جماع کے ایام قرار گیا ہے، صحیح ہیں۔

چند روایات یہ ہیں:

1: امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: "أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ."

(صحیح مسلم: باب تحریم صوم أیام التشریق)

ترجمہ: حضرت نبیشہ ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق کھانے اور پینے کے ہیں۔

2: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ بِشْرِ بْنِ سُحَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَطَبَ أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَقَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ."

(سنن ابن ماجة: باب ماجاء في النهي عن صيام أيام التشريق)

ترجمہ: حضرت بشر بن سُحَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے۔ یہ دن کھانے اور پینے کے دن ہیں۔

3: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ: "يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ."

(سنن الترمذی: باب ماجاء فی کراہیۃ الصوم فی ایام التشریق)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید کے دن اور کھانے پینے کے دن ہیں۔

4: امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ أَيَّامَ مِنًى أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبِعَالٍ فَلَا صَوْمَ فِيهَا يَعْنِي أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ.

(شرح معانی الآثار: بَابُ الْمُتَمَتِّعِ الَّذِي لَا يَجِدُ هَدْيًا وَلَا يَصُومُ فِي الْعَشْرِ)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے منیٰ کے دنوں میں حکم فرمایا کہ میں لوگوں میں یہ اعلان کروں کہ (اے لوگو!) ایام تشریق؛ کھانے، پینے اور جماع کے دن ہیں اس لئے ان دنوں میں روزہ نہیں رکھنا۔

5: علامہ حافظ احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری رحمہ اللہ (ت840ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُنَادِيْ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ: "أَلَا إِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنِكَاحٍ."

(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة: باب النهي عن صوم أيام التشريق)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں یہ اعلان کرو:(اے لوگو) سنو! یہ دن کھانے، پینے اور ہمبستری کرنے کے ہیں۔

استدلال:

مذکورہ بالا صحیح روایات میں ایام تشریق کو کھانے، پینے اور جماع کے ایام فرمایا گیا ہے اور جن روایات میں ایام تشریق کو ذبح کے دن کہا گیا ہے وہ ساری روایات ضعیف ہیں۔ صحیح روایات کے مقابلے میں ضعیف روایات آ جائیں تو ترجیح صحیح روایات کو ہوتی ہے۔

اشکال:

اگر تیرہ ذی الحج قربانی کا دن نہیں تو پھر اس میں روزہ رکھنا جائز کیوں نہیں؟

جواب:

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تیرہ ذی الحج کو روزہ جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ

قربانی کا دن نہیں مگر ہم نے عقل کو حدیث پاک کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِیَ أَيَّامَ مِنًى أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبِعَالٍ فَلَا صَوْمَ فِيهَا يَعْنِی أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ.

(شرح معانی الآثار: بَابُ الْمُتَمَتِّعِ الَّذِی لَا يَجِدُ هَدْيًا وَلَا يَصُومُ فِی الْعَشْرِ)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کے دنوں میں حکم فرمایا کہ میں لوگوں میں یہ اعلان کروں کہ (اے لوگو!) ایام تشریق؛ کھانے، پینے اور جماع کے دن ہیں اس لئے ان دنوں میں روزہ نہیں رکھنا۔

علمی لطیفہ:

علامہ حافظ محمد بن یوسف صالحی الشافعی (ت 942ھ) ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُبَارَكٍ قَالَ: حَجَّ الْإِمَامُ فَلَقِیَ فِی الْمَدِيْنَةِ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

فَقَالَ: أَنْتَ الَّذِیْ خَالَفْتَ جَدِّیْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَحَادِيْثَهُ بِالْقِيَاسِ؟!

فَقَالَ: مَعَاذَ اللهِ مِنْ ذَالِكَ! اجْلِسْ فَإِنَّ لَكَ حُرْمَةً كَحُرْمَةِ جَدِّكَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى أَصْحَابِهٖ. فَجَلَسَ وَ جَثَا أَبُوْ حَنِيْفَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ لِأَبِیْ جَعْفَرٍ:

أَسْأَلُكَ عَنْ ثَلَاثِ مَسَائِلَ فَأَجِبْنِيْ!

فَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: الرَّجُلُ أَضْعَفُ أَمِ الْمَرْأَةُ؟

فَقَالَ: الْمَرْأَةُ.

فَقَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: كَمْ سَهْمُ الرَّجُلِ وَسَهْمُ الْمَرْأَةِ؟

قَالَ: سَهْمُ الْمَرْأَةِ نِصْفُ سَهْمِ الرَّجُلِ.

قَالَ: لَوْ قُلْتُ بِالْقِيَاسِ لَقَلَّبْتُ الْحُكْمَ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ أَضْعَفُ مِنَ الرَّجُلِ.

وَالثَّانِيَةُ: اَلصَّلَاةُ أَفْضَلُ أَمِ الصَّوْمُ؟

قَالَ: اَلصَّلَاةُ.

قَالَ: لَوْ قُلْتُ بِالْقِيَاسِ لَقُلْتُ: اَلْحَائِضُ تَقْضِي الصَّلَاةَ لَا الصَّوْمَ.

الثَّالِثَةُ: اَلْبَوْلُ أَنْجَسُ أَمِ النُّطْفَةُ؟

قَالَ: اَلْبَوْلُ.

قَالَ: لَوْ قُلْتُ بِالْقِيَاسِ لَقُلْتُ: لَا غُسْلَ مِنَ الْمَنِيِّ، إِنَّمَا الْغُسْلُ مِنَ الْبَوْلِ.

مَعَاذَ اللهِ! أَنْ أَقُوْلَ عَلٰى غَيْرِ الْحَدِيْثِ بَلْ أَحُوْمُ حَوْلَهُ.

فَقَامَ وَقَبَّلَ وَجْهَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ.

(عقود الجمان للصالحی: ص264، 265 باب سادس عشر)

ترجمہ: امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں آپ کی ملاقات امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے امام صاحب سے فرمایا:

کیا آپ وہی شخص ہیں جنہوں نے میرے نانا اور ان کی احادیث کی قیاس کے ذریعے مخالفت کی ہے؟

امام صاحب نے جواب دیا: اللہ کی پناہ کہ میں ایسا کام کروں۔ آپ تشریف رکھیں (تو میں کچھ عرض کرتا ہوں) کیونکہ (ہم پر) آپ کا احترام اسی طرح (واجب) ہے جس

طرح آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تھا۔

امام باقر تشریف فرما ہوئے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی ان کے سامنے دوزانو بیٹھے اور ان سے فرمایا:

میں آپ سے تین سوالات کرتا ہوں، آپ مجھے ان کا جواب عنایت فرمائیں۔

سوال نمبر 1: مرد زیادہ کمزور ہے یا عورت؟

امام باقر نے جواب دیا: عورت۔

امام صاحب نے فرمایا: میراث میں مرد کو کتنا حصہ ملتا ہے اور عورت کو کتنا؟

جواب دیا: عورت کا حصہ مرد کے حصے کا نصف ہوتا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا: اگر میں قیاس کر کے کہتا تو اس حکم کو تبدیل کر دیتا (اور یوں کہتا کہ مرد کو ایک حصہ ملے گا اور عورت کو دو حصے) کیونکہ عورت؛ مرد سے کمزور ہے۔

سوال نمبر 2: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر نے جواب دیا: نماز۔

امام صاحب نے فرمایا: اگر میں قیاس کر کے کہتا تو یوں کہتا کہ حائضہ عورت حیض سے فارغ ہونے کے بعد نماز کی قضا کرے گی، روزے کی قضا نہیں کرے گی۔

سوال نمبر 3: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

امام باقر نے جواب دیا: پیشاب۔

امام صاحب نے فرمایا: اگر میں قیاس کر کے کہتا تو یوں کہتا کہ منی کے خارج ہونے سے غسل واجب نہیں ہوتا بلکہ پیشاب کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے۔

معاذ اللہ میں حدیث کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ حدیث کے مطابق ہی مسئلہ بتاتا ہوں۔

چنانچہ امام باقر کھڑے ہوئے اور امام ابو حنیفہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

فائدہ:

غیر مقلدین کے بعض جید علماء بھی تین دن قربانی کے قائل ہیں۔

چنانچہ غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: شمارہ نمبر 44 ص 11، زیرِ ادارت زبیر علی زئی، عنوان: "قربانی کے تین دن ہیں")

لطیفہ:

تین دن کا قول جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے لیکن علی زئی صاحب نے اس کو ذکر کرنا گوارا نہ کیا کیونکہ اس سے ان کی موافقت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوتی ہے۔

[7]: قربانی کا وقت

شہروں اور بڑے قصبوں میں اگر کسی ایک جگہ بھی عید کی نماز پڑھ لی گئی تو وہاں قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہے۔ اگر کسی جگہ بھی عید کی نماز ادا نہ ہوئی اور کسی نے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو اس شخص کی قربانی نہیں ہو گی۔ البتہ گاؤں، دیہات اور بستی میں قربانی کا وقت صبح صادق کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی المعروف قاضی خان رحمہ اللہ (ت 592ھ) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

وَوَقْتُ الْاَدَاءِ لِمَنْ كَانَ فِي الْمِصْرِ بَعْدَ فَرَاغِ الْإِمَامِ مِنْ صَلَاةِ الْعِيْدِ فَإِنْ ضَحّٰى قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ اَوْ قَبْلَ اَنْ يَقْعُدَ الْإِمَامُ قَدْرَ التَّشَهُّدِ لَا تَتِمُّ اُضْحِيَتُهٗ.... فَاَمَّا اَهْلُ السَّوَادِ وَالْقُرٰى وَالرِّبَاطَاتِ عِنْدَنَا يَجُوْزُ لَهُمُ التَّضْحِيَةُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الثَّانِيْ مِنَ الْيَوْمِ الْعَاشِرِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

(فتاویٰ قاضی خان: ج3 ص229، 230)

ترجمہ: قربانی کی ادائیگی کا وقت شہر والوں کے لیے اس وقت شروع ہوتا ہے جب امام عید کی نماز پڑھا کر فارغ ہو چکا ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے امام کی نماز ادا کرنے سے قبل یا امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے سے قبل ہی قربانی کر دی تو اس کی قربانی درست نہ ہو گی۔ دیہات، بستی اور قلعوں میں رہنے والوں کے لیے قربانی کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ: "اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ مِنْ يَوْ مِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْ جِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ."

(صحیح البخاری: ج2 ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہو گا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہو گا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

[8]: شرائط وجوب قربانی

جس مرد و عورت میں قربانی کے دنوں میں یہ چھ باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

1: مسلمان ہو

2: عاقل ہو

3: بالغ ہو

4: آزاد ہو

5: مقیم ہو

6: صاحب نصاب ہو

1: مسلمان ہو

امام ابو الفضل عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی رحمہ اللہ (ت 683ھ) لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.

(الاختیار لتعلیل المختار: ج1 ص61 کتاب الجنایات)

ترجمہ: قربانی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

دلیل:

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی (ت 587ھ) فرماتے ہیں:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج4، ص195 کتاب التضحیۃ فصل وأما شرائط الوجوب)

ترجمہ: قربانی عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔

2: عاقل ہو

مجنون پر قربانی واجب نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادیمنی الحنفی رحمہ اللہ (ت 800ھ) لکھتے ہیں:

لَا تَجِبُ الْأُضْحِيَّةُ فِي مَالِ الْمَجْنُونِ.

(الجوهرة النيّرة: ج2 ص450 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: مجنون کے مال میں قربانی واجب نہیں ہے۔

دلیل:

امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَعْقِلَ".

(سنن ابی داؤد: ج2 ص256، 257 کتاب الحدود باب فِي الْمَجْنُونِ يَسْرِقُ أَوْ يُصِيبُ حَدًّا)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے (یعنی وہ احکاماتِ شرعی کے مکلف نہیں) سوتے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون (پاگل) شخص سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے۔

3: بالغ ہو

نابالغ کے مال میں قربانی واجب نہیں اور نہ ہی اس کے والد یا سرپرست پر اپنے مال میں سے اس بچے کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ الصَّحِيحَ عَدَمُ وُجُوبِهَا فِي مَالِ الطِّفْلِ، وَلَا يَجِبُ عَلَى الْأَبِ فِي حَقِّ طِفْلِهِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْهُ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ.

(رد المحتار للشامی: ج6 ص335 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: صحیح موقف یہ ہے کہ بچے کے مال میں قربانی واجب نہیں اور نہ ہی اس کے والد پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال سے بچے کے لیے قربانی کرے۔ ظاہر الروایۃ میں یہی ہے۔

دلیل:

امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَعْقِلَ".

(سنن ابی داؤد: ج2 ص256، 257 کتاب الحدود باب فِي الْمَجْنُونِ يَسْرِقُ أَوْ يُصِيبُ حَدًّا)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے (یعنی وہ احکاماتِ شرعی کے مکلف نہیں) سوتے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون (پاگل) شخص سے یہاں تک کہ اسے عقل آ جائے۔

4: آزاد ہو

امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد القدوری البغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 428ھ) لکھتے ہیں:

اَلْأُضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ.

(مختصر القدوری: ص256 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: قربانی ہر مسلمان آزاد آدمی پر واجب ہے۔

دلیل:

شیخ الاسلام امام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادیمنی الحنفی (ت800ھ) لکھتے ہیں:

شَرَطَ الْحُرِّيَّةَ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا.

(الجوھرۃ النیّرۃ: ج2 ص450 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: امام قدوری رحمہ اللہ نے قربانی کے وجوب کے لیے "آزاد" ہونے کی شرط لگائی ہے کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

5: مقیم ہو

امام ابو الفضل عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی (ت683ھ) لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حُرٍّ مُقِيمٍ.

(الاختیار لتعلیل المختار: ج1 ص61 کتاب الجنایات)

ترجمہ: قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو آزاد اور مقیم ہو۔

دلیل:

حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (ت456ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ أُضْحِيَّةٌ.

(المحلیٰ بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

6: صاحبِ نصاب ہو

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی (ت970ھ)

لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَجِبْ إِلَّا بِمِلْكِ النِّصَابِ.

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ج8 ص318 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: قربانی اس وقت واجب ہوتی ہے جب انسان نصابِ قربانی کا مالک ہو۔

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ (ت 273ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا."

(سنن ابن ماجہ: ص226، باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

فائدہ:

اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وسعت" کے پائے جانے کی صورت میں قربانی کرنے کی بات فرمائی ہے لیکن "وسعت" کی تشریح نہیں فرمائی کہ وسعت سے مراد کیا ہے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی تشریح نہ فرمائیں تو اس کی وضاحت فقہائے کرام کرتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ

فِيْهِ بَيَانُ أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: "تَشَاوَرُوْنَ الْفُقَهَاءَ."

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج2ص172رقم الحدیث1618)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہمیں ایسی صورتحال کا سامنا ہو کہ اس میں ہمارے پاس شریعت کا کوئی حکم یا منع موجود نہ ہو تو آپ فرمائیں کہ اس وقت ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تم لوگ فقہاء سے مشاورت کر لینا۔

فقہاء کرام نے اس "وسعت" سے "نصاب" مراد لیا ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی (ت587ھ) فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا الْغِنٰى لِمَا رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلْيُضَحِّ." شَرَطَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ السَّعَةَ وَهِيَ الْغِنٰى.... وَهُوَ أَنْ يَكُونَ فِي مِلْكِهِ مِائَتَا دِرْهَمٍ أَوْ عِشْرُونَ دِيْنَارًا أو شَيْءٌ تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذٰلِكَ سِوٰى مَسْكَنِهٖ وَمَا يَتَأَثَّثُ بِهٖ وَ كِسْوَتِهٖ وَخَادِمِهٖ وَفَرَسِهٖ وَسِلَاحِهٖ وَمَا لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْهُ.

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج4ص198 کتاب الاضحیۃ، فصل: واما وقت الوجوب)

ترجمہ: قربانی کے واجب ہونے کی ایک شرط "مالدار ہونا" بھی ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ روایت ہے کہ "جو شخص وسعت رکھتا ہو تو وہ قربانی کرے۔" اس حدیث میں وسعت سے مراد "مالدار" ہونا ہے یعنی کسی شخص کی ملکیت میں دو سو درہم ہوں (یعنی ساڑھے باون تولے چاندی) یا بیس دینار ہوں (یعنی ساڑھے سات تولے سونا) یا کوئی ایسا سامان ہو جس کی قیمت اس نصاب کو پہنچتی ہو۔ اس نصاب میں انسان کے رہائشی گھر، اثاثہ جات، کپڑوں، غلاموں، سواری، ہتھیار اور ضرورت کی اشیاء کو شامل نہیں کیا جائے گا۔

[9]: قربانی کا نصاب

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف ساڑھے سات تولے سونا (87.48 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سِکے وغیرہ) تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے باون تولہ چاندی (612.36 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سِکے وغیرہ) تو اس پر بھی قربانی واجب ہے لیکن اگر کسی کی ملکیت میں سونا یا چاندی بالکل نہ ہو یا ہو لیکن مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب اگر اس کی ملکیت میں کچھ سونا، کچھ چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور گھر کا زائد از ضرورت سامان موجود ہو یا ان میں سے بعض موجود ہوں تو ان کی مجموعی قیمت کے لیے معیار سونے کو بنایا جائے یا چاندی کو بنایا جائے؟ اس کے لیے چند باتیں سمجھ لیجیے:

[1]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کا نصاب بیس دینار (ساڑھے سات تولے سونا) اور چاندی کا نصاب دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) مقرر فرمایا تھا۔

چنانچہ امام ابو عُبید القاسم بن سلّام ھَروی بغدادی (ت 224ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ فِي كِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي كِتَابِ عُمَرَ فِي الصَّدَقَةِ: "أَنَّ الذَّهَبَ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَبْلُغَ عِشْرِينَ دِينَارًا، فَإِذَا بَلَغَ عِشْرِينَ دِينَارًا فَفِيهِ نِصْفُ دِينَارٍ، وَالْوَرِقُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يَبْلُغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِذَا بَلَغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ".

(کتاب الاموال للقاسم بن سلّام: رقم الحدیث 1106 کتاب الصدقۃ واحکامھا وسننھا)

ترجمہ: محمد بن عبد الرحمٰن الانصاری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ صدقہ

کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ سونے کی زکوٰۃ اس وقت تک نہیں لی جائے گی جب تک اس کی مقدار بیس دینار تک نہ پہنچ جائے۔ جب سونے کی مقدار بیس دینار تک پہنچ جائے تو اس میں آدھا دینار زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ اسی طرح چاندی کی زکوٰۃ اس وقت تک نہیں لی جائے گی جب تک اس کی مقدار دو سو درہم تک نہ پہنچ جائے۔ جب چاندی کی مقدار دو سو درہم تک پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

[2]: دورِ نبوی میں ان دو نصابوں میں توازن قائم تھا کہ دو سو درہم کی قوتِ خرید بیس دینار کے برابر ہوا کرتی تھی۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی (ت1176ھ) لکھتے ہیں:

وَالذَّهَبُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْفِضَّةِ، وَكَانَ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ صَرْفُ دِيْنَارٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ فَصَارَ نِصَابُهٗ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا.

(حجۃ اللہ البالغۃ: ص508)

ترجمہ: سونے کا نصاب چاندی کے نصاب پر مبنی تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں ایک دینار؛ دس درہم کی مالیت کا شمار کیا جاتا تھا، اس لیے سونے کا نصاب بیس مثقال مقرر ہوا۔

[3]: دونوں نصابوں میں توازن کے پیشِ نظر احناف کے ہاں ظاہر الروایۃ میں مال کے مالک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ سونے یا چاندی میں سے جسے چاہے نصاب مقرر کرلے۔

چنانچہ شمس الائمہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی (ت483ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ فِي الْكِتَابِ: وَيُقَوِّمُهَا يَوْمَ حَالَ الْحَوْلُ عَلَيْهَا إِنْ شَاءَ بِالدَّرَاهِمِ

وَإِنۡ شَاءَ بِالدَّنَانِيرِ... وَجۡهُ رِوَايَةِ الۡكِتَابِ: أَنَّ وُجُوبَ الزَّكَاةِ فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ بِاعۡتِبَارِ مَالِيَّتِهَا دُونَ أَعۡيَانِهَا، وَالتَّقۡوِيمُ لِمَعۡرِفَةِ مِقۡدَارِ الۡمَالِيَّةِ وَالنَّقۡدَانِ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ فَكَانَ الۡخِيَارُ إِلٰى صَاحِبِ الۡمَالِ يُقَوِّمُهُ بِأَيِّهِمَا شَاءَ

(المبسوط للسرخسی: ج2 ص343، 344)

ترجمہ: (امام محمد بن حسن الشیبانی ت189ھ کی) کتاب (الجامع الصغیر) میں مذکور ہے کہ مال پر جب سال گذر جائے تو مالک کو اختیار ہے کہ درہم کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرے یا دینار کے اعتبار سے... اس کی وجہ یہ ہے کہ تجارتی سامان میں زکوۃ اس سامان کی مالیت کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے، خود سامان کے اعتبار سے واجب نہیں ہوتی۔ اس لیے سامان کی قیمت لگانے کا مقصد مالیت کا تعین ہے اور مالیت میں سونا اور چاندی دونوں برابر ہیں۔ اس لیے مالک کو اختیار ہے کہ جس کے ذریعے بھی حساب لگانا چاہے لگالے۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت970ھ) لکھتے ہیں:

وَأَشَارَ بِقَوۡلِهِ "وَرِقٌ أَوۡ ذَهَبٌ" إِلٰى أَنَّهُ مُخَيَّرٌ إِنۡ شَاءَ قَوَّمَهَا بِالۡفِضَّةِ وَإِنۡ شَاءَ بِالذَّهَبِ لِأَنَّ الثَّمَنَيۡنِ فِي تَقۡدِيرِ قِيَمِ الۡأَشۡيَاءِ بِهِمَا سَوَاءٌ.

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ج2 ص246 کتاب الزکاۃ باب زکاۃ المال)

ترجمہ: صاحبِ کتاب نے چاندی اور سونے کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مالک کو اختیار ہے چاہے تو چاندی کے حساب سے قیمت لگائے یا سونے کے اعتبار سے، کیونکہ اشیاء کی قیمت لگانے میں دونوں ثمن برابر ہیں۔

[4]: بعد میں دونوں نصابوں میں تفاوت اگرچہ کافی زیادہ ہوا مگر محققین علمائے امت ماضی قریب سے تاحال ان چیزوں کے مجموعہ کی مالیت کے لیے معیار ساڑھے باون تولہ چاندی ہی کو بتاتے رہے ہیں کیونکہ چاندی کا نصاب پہلے پورا ہو جاتا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادیمنی الحنفی رحمہ اللہ (ت 800ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ کَانَ لَہٗ بَیْتٌ لَا یَسْکُنُہٗ یُسَاوِیْ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ لَا یَجُوْزُ صَرْفُ الزَّکَاۃِ إِلَیْہِ وَھٰذَا النِّصَابُ الْمُعْتَبَرُ فِیْ وُجُوْبِ الْفِطْرَۃِ وَالْأُضْحِیَّۃِ.

(الجوہرۃ النَّیّرۃ: ج1 ص131 کتاب الزکاۃ باب مصارف الزکاۃ)

ترجمہ: اگر کسی شخص کے پاس کوئی گھر ہو جس میں وہ رہائش نہ کرتا ہو (یعنی زائد از ضرورت ہو) اور اس کی قیمت دو سو درہم چاندی کی مقدار کے برار ہو تو ایسے شخص کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ یہی نصاب صدقۃ الفطر اور قربانی کے واجب ہونے کا بھی ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی (ت 1088ھ) لکھتے ہیں:

وَشَرَائِطُھَا: اَلْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَۃُ وَالْیَسَارُ الَّذِیْ یَتَعَلَّقُ بِہٖ) وُجُوْبُ (صَدَقَۃِ الْفِطْرِ)

(الدر المختار للحصکفی: ج5 ص520 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: قربانی کی شرائط یہ ہیں: مسلمان ہونا، مقیم ہونا، ایسا صاحبِ وسعت ہونا جس کی موجودگی میں صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) اس وسعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(قَوْلُہٗ وَالْیَسَارُ إلَخْ) بِأَنْ مَلَكَ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ أَوْ عَرَضًا یُسَاوِیْھَا غَیْرَ مَسْکَنِہٖ وَثِیَابِ اللُّبْسِ أَوْ مَتَاعٍ یَحْتَاجُہٗ.

(رد المختار للشامی: ج5 ص520 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: صاحب در مختار نے جو فرمایا ہے کہ قربانی کے لیے وسعت شرط ہے تو اس وسعت سے مراد یہ ہے کہ انسان دو سو درہم یا اس کے برابر سامان کا مالک ہو جو اس کی رہائش، استعمالی کپڑوں اور ضروری سامان کے علاوہ ہو۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ (ت 1413ھ) لکھتے ہیں:

”قربانی ہر اس مسلمان عاقل بالغ مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج5 ص419)

[5]: موجودہ دور میں چاندی کی مارکیٹ ویلیو بہت بری طرح گر گئی ہے۔ عالمی مارکیٹ میں تجارت کے لیے معیاری کرنسی اب سونا ہی قرار پا چکا ہے۔ اب معاشرے میں وہ لوگ جو مالی طور پر پسماندہ سمجھے جاتے ہیں ان کے پاس بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر مذکورہ اموال موجود ہوتے ہیں۔ اب ایسے لوگوں کے لیے چاندی کو نصابِ قربانی کا معیار بنا کر قربانی کے وجوب کا فتویٰ دیا جائے یا سونے کو نصابِ قربانی کا معیار بنا کر قربانی کے وجوب کا فتویٰ نہ دیا جائے اس بارے میں عام علماء کا رجحان یہی ہے کہ ایسے شخص پر قربانی واجب ہو گی جبکہ ہماری رائے میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہو گی۔

قربانی کے نصاب میں سونا معیار بنانے کی وجوہاتِ ترجیح

[1]: چاندی کو نصاب کا معیار قرار دینے کی صورت میں امت کے ایسے طبقے پر قربانی واجب قرار پاتی ہے جو قربانی کا متحمل نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ طبقہ حرج شدید کا شکار ہو گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اُس وقت تو سونے اور چاندی کے نصابوں میں توازن اور ہم آہنگی تھی لیکن آج (بوقت تحریر 3، جون 2023ء) دونوں نصابوں میں بہت زیادہ تفاوت پیدا ہو چکا ہے۔ آج ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت 1706250 پاکستانی روپے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت 141750 پاکستانی روپے ہے۔ قربانی کے لیے ”غنیٰ“ اور ”وسعت“ جو 1706250 پاکستانی روپے کی

مالیت میں متحقق ہونی چاہیے تھی وہ اب 141750 پاکستانی روپے میں متحقق ہوتی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک متوسط طبقہ کے فرد کے لیے اس رقم میں سے متوسط بکرا خریدنا اور اس کے بعد اپنی ضروریات پوری کرنا استطاعت سے باہر ہے۔ اس کے مدِ مقابل اگر سونا معیار قرار پائے تو 141750 پاکستانی روپے کے مالک پر قربانی واجب قرار نہ دے کر اسے اس حرج سے بچایا جا سکتا ہے۔

[2]: دورِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ساڑھے سات تولے سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی کے ساتھ ساتھ بقیہ نصاب یعنی پانچ اونٹ، تیس گائے اور چالیس بکریوں کی مالیت تقریباً برابر تھی۔ آج کے دور میں مذکورہ تینوں نصابوں میں متوسط درجہ کے جانوروں کے اعتبار سے نصاب یہ بنتا ہے:

5 اونٹ کی قیمت:	315000×5=	1575000 روپے
30 گائے کی قیمت:	126000×30=	3780000 روپے
40 بکری کی قیمت:	35000×40=	1400000 روپے

چونکہ گائے کی قیمت ہمارے علاقوں میں زیادہ ہے اس لیے اس کا نصاب باقی دو نصابوں سے بڑھتا نظر آ رہا ہے ورنہ دیگر ممالک میں گائے کی قیمت کے کم ہونے کی وجہ سے اس کا نصاب بھی دیگر دو نصابوں کے قریب قریب بن جاتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر یہ تین نصاب سونے کے نصاب کی مالیت کے قریب یا زیادہ بنتے ہیں۔ کسی صورت میں بھی چاندی کے نصاب کے مماثل نہیں بنتے بلکہ ہر حال میں سونے کے نصاب کے مماثل ہی بنتے ہیں۔ اس لیے سونا کو معیار قرار دینے میں باقی نصابوں سے مناسبت بحال رہتی ہے۔

[3]: نصابِ قربانی میں چاندی کو معیارِ نصاب بنانے کی بنیاد زکوٰۃ میں چاندی کے معیارِ نصاب ہونے پر قیاس کرنا ہے جبکہ زکوٰۃ اور قربانی میں حکم کی نوعیت، مقاصد اور

مقدارِ واجب کو سامنے رکھتے ہوئے کئی ایک فرق موجود ہیں جو کہ درج ذیل ہے:

(۱) زکوٰۃ سے مقصود فقراء اور مساکین کی حاجت کو پورا کرنا ہے۔ اس لیے زکوٰۃ دینے والا شخص زکوٰۃ کی رقم سے ایک پیسہ بھی خود پر خرچ نہیں کر سکتا اور نہ ہی صاحبِ نصاب پر خرچ کر سکتا ہے جبکہ قربانی سے مقصود اہراقِ دم یعنی جانور کا خون بہانا ہے۔ اس لیے قربانی کرنے والا شخص جب جانور کا خون بہالیتا ہے تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اب یہ شخص قربانی کا گوشت خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور دوسرے صاحبِ نصاب کو بھی دے سکتا ہے۔

چنانچہ امام ابو المظفر اسعد بن محمد بن الحسین الکرابیسی النیسابوری الحنفی رحمہ اللہ (ت 570ھ) لکھتے ہیں:

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الزَّكَاةِ سَدُّ الْخَلَّةِ وَدَفْعُ الْحَاجَةِ، بِدَلِيلِ أَنَّهَا وَجَبَتْ لِأَجْلِ الْحَاجَةِ... وَلَيْسَ كَذٰلِكَ الْأُضْحِيَّةُ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا إِرَاقَةُ الدَّمِ، بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ تَصَدَّقَ بِالْعَيْنِ قَبْلَ الذَّبْحِ لَمْ يُجْزِهِ.

(کتاب الفروق للکرابیسی: ج1 ص86 کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: (زکوٰۃ اور قربانی میں) فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود غرباء کی محتاجی کو دور کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہی اس لیے ہوتی ہے تاکہ ضروریات کو پورا کیا جاسکے جبکہ قربانی کا معاملہ اس طرح کا نہیں کیونکہ قربانی سے مقصد (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانور کا) خون بہانا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہو گی۔

(۲): زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں سال بھر مال رہے جبکہ قربانی اس پر بھی واجب ہو جاتی ہے جس کے پاس محض ایامِ قربانی (10 ذوالحجہ کی

طلوعِ فجر سے لے کر 12 ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک) میں کسی وقت بقدرِ وسعت مال آجائے۔

(۳): صاحبِ نصاب شخص پر زکوٰۃ کل مال کا صرف اڑھائی فیصد واجب الاداء ہوتی ہے جبکہ قربانی کل مال کے محض اڑھائی فیصد سے نہیں ہوتی بلکہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کریں تو کبھی نصاب کا ایک چوتھائی حصہ، کبھی ایک تہائی حصہ اور بعض ممالک میں نصاب کا نصف حصہ تک خرچ ہو جاتا ہے۔

(۴): زکوٰۃ مسافر پر بھی واجب ہے جبکہ قربانی مسافر پر واجب نہیں۔

(۵): زکوٰۃ کی فرضیت منصوص ہے جبکہ قربانی کا وجوب منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہے۔ ظاہر ہے کہ امرِ اجتہادی میں جو وسعت ہوتی ہے وہ منصوص میں نہیں ہوتی۔

(۶): زکوٰۃ کے لیے سونے اور چاندی کا نصاب منصوص ہے جبکہ قربانی کے لیے نصاب منصوص نہیں بلکہ شریعت نے قربانی کو "وسعت" کے ساتھ متعلق کیا ہے اور اس وسعت کا تعین فقہائے حنفیہ نے زکوٰۃ کے نصاب پر قیاس کرتے ہوئے اجتہاد سے کیا ہے۔

(۷): اگر کسی کے پاس سونا ساڑھے سات تولہ ہو یا چاندی ساڑھے باون تولہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یہ امر منصوص ہے لیکن اگر کسی کے پاس سونا یا چاندی مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب زکوٰۃ کے لیے معیارِ نصاب کسے بنایا جائے؟ یہ امرِ اجتہادی ہے۔ فقہاء نے اس کے لیے معیار چاندی کو بنایا ہے۔ گویا زکوٰۃ میں ضم نصاب کے لیے چاندی کو معیار بنانا امرِ اجتہادی ہے۔

لہذا اب قربانی کے مسئلہ میں ضمِ نصاب کی بنیاد پر چاندی کو معیار بنانا یہ ایک امرِ اجتہادی پر قیاس کرنا ہے۔

چند شبہات کا ازالہ

شبہ نمبر 1:

احناف کی ظاہر الروایہ میں سامانِ تجارت کی قیمت لگانے میں مالک کو اختیار اس وقت دیا گیا ہے جب سامان؛ سونا اور چاندی دونوں کی قیمت کے حساب سے نصاب کو پہنچتا ہو لیکن اگر ایک کے حساب سے نصاب مکمل ہو اور دوسرے کے حساب سے مکمل نہ ہو تو اسی کے ذریعے قیمت لگانا ضروری ہے جس سے نصاب کی تکمیل ہو۔ اس صورت میں مالک کو اختیار نہیں دیا گیا۔

جواب:

مال کے مالک کو اختیار نہ دینے کا معاملہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے کیونکہ اس سے مقصود فقراء کی حاجت پوری کرنا ہے جبکہ قربانی میں فقراء کی حاجت براری بنیاد ہی نہیں بلکہ قربانی میں بنیاد؛ اِہراقِ دم ہے۔

امام ابو المظفر اسعد بن محمد بن الحسین الکرابیسی النیسابوری الحنفی رحمہ اللہ (ت 570ھ) لکھتے ہیں:

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الزَّكَاةِ سَدُّ الْخَلَّةِ وَدَفْعُ الْحَاجَةِ، بِدَلِيلِ أَنَّهَا وَجَبَتْ لِأَجْلِ الْحَاجَةِ... وَلَيْسَ كَذٰلِكَ الْأُضْحِيَّةُ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا إِرَاقَةُ الدَّمِ، بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ تَصَدَّقَ بِالْعَيْنِ قَبْلَ الذَّبْحِ لَمْ يُجْزِهِ.

(کتاب الفروق للکرابیسی: ج1 ص86 کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: (زکوٰۃ اور قربانی میں) فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود غرباء کی محتاجی کو دور کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہی اس لیے ہوتی ہے تاکہ ضروریات کو پورا کیا جا سکے جبکہ قربانی کا معاملہ اس طرح کا نہیں کیونکہ

قربانی سے مقصد (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانور کا) خون بہانا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہو گی۔

چونکہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی حاجت براری ہے اس لیے زکوٰۃ کے باب میں تو سامان؛ سونا اور چاندی میں سے جس کی قیمت کو پہلے پہنچتا ہو اسی کے حساب سے نصاب کی تکمیل کی جائے گی اور زکوٰۃ ادا کی جائے گی لیکن قربانی میں چونکہ فقراء کی حاجت براری مقصود ہی نہیں اس لیے مال کے مالک کے لیے ادنیٰ نصاب (یعنی چاندی) کی رعایت کو لازم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

شبہ نمبر 2:

اگر قربانی کے معاملے میں چاندی کو معیار قرار نہ دیا جائے تو نوادر کی اس روایت "انفع للفقراء" پر عمل نہیں ہو پائے گا۔

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی (ت 1005ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمَذْكُورُ فِي "الْأَصْلِ" أَنَّ الْمَالِكَ مُخَيَّرٌ فِي تَقْوِيمِهَا بِأَيِّهِمَا شَاءَ وَعَنِ الْإِمَامِ فِي رِوَايَةِ "النَّوَادِرِ" يُقَوِّمُهَا بِالْأَنْفَعِ لِلْفُقَرَاءِ.

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق: ج1 ص441 کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال)

ترجمہ: کتاب الاصل (المعروف کتاب المبسوط للامام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ) میں مذکور ہے کہ (سامان کی مالیت کا اعتبار کرنے کے لیے) مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ ان دونوں (سونے یا چاندی کے نصاب) میں سے جس کے حساب سے مالیت کا اندازہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ نیز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے "نوادر" کی روایت میں منقول ہے کہ سامان کی مالیت کے حساب کے لیے اس نصاب کا اعتبار کرے جس میں فقراء کا نفع زیادہ ہو۔

جواب:

1- انفع للفقراء کی رعایت کرنا زکوٰۃ کے بارے میں ہے اور زکوٰۃ کے بارے میں اس کی رعایت کرنے سے ہمیں مکمل اتفاق ہے۔

2- انفع للفقراء کی رعایت کرنا قربانی کے بارے میں نہیں کیونکہ قربانی میں انفع للفقراء مقصود ہی نہیں بلکہ مقصود اِہراقِ دَم ہے۔ اس لیے کہ انفع للفقراء کے تحقق کے لیے دو باتیں ہونی چاہییں:

اول.... انفع للفقراء بذات خود مقصود ہو

دوم.... انفع للفقراء کی رعایت میں خود فقراء کو ضرر لاحق نہ ہو۔

یہ دونوں باتیں زکوٰۃ میں تو متحقق ہو جاتی ہیں لیکن قربانی میں متحقق نہیں ہوتیں کیونکہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی امداد ہے۔ نیز زکوۃ؛ مالِ نصاب کا چالیسواں حصہ ہوتی ہے اور یہ چیز صاحبِ نصاب کو ضرر نہیں دیتی اگرچہ معیارِ نصاب چاندی ہی ہو۔ لیکن قربانی میں اولاً تو فقراء کی امداد بذات خود مقصود نہیں۔ ثانیاً قربانی کا جانور بعض مرتبہ چاندی کے نصاب کے تہائی اور بعض مرتبہ نصف حصہ کے برابر ہوتا ہے جو یقیناً بہت بڑا ضرر ہے۔ اس لیے انفع للفقراء کی رعایت زکوٰۃ کے معاملے میں چاندی کو معیار بنانے سے اور قربانی کے معاملہ میں سونے کو معیار ٹھہرا کر کی جائے تو زیادہ موزوں ہے۔

فائدہ:

"انفع للفقراء" کی رعایت کرنے میں فقیر کا تعین کرنا ضروری ہے۔ آج کے دور میں "فقیر" صرف وہ نہیں جو قربانی کا گوشت لے رہا ہے بلکہ اس مہنگائی زدہ دور میں فقیر وہ بھی ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر مال موجود ہے اور قربانی کرنے کی صورت میں اس کا نصف یا کم از کم تہائی مال صَرف ہو جاتا ہے۔ تو انفع

للفقراء کی رعایت میں دونوں فقیروں کو سامنے رکھنا ضروری ہے ورنہ اگر ایک فقیر کی رعایت رکھی جائے تو دوسرے فقیر کے لئے حرجِ عظیم لازم آئے گا۔

اس لئے قربانی کے بارے میں ساڑھے باون تولہ چاندی کے حامل شخص پر قربانی کو واجب نہ ٹھہرانا "انفع للفقراء" ہی کی رعایت کرنا ہے۔

خلاصہ:

[۱]: اگر کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے سات تولے سونا (87.48 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سِکے وغیرہ) تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔

[۲]: کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے باون تولہ چاندی (612.36 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سِکے وغیرہ) تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

[۳]: کسی کی ملکیت میں صرف سونا ساڑھے سات تولے یا صرف چاندی ساڑھے باون تولے نہ ہو بلکہ اس کی ملکیت میں کچھ سونا، کچھ چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور گھر کا زائد از ضرورت سامان موجود ہوں یا ان میں سے بعض موجود ہوں اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے برابر ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔

فائدہ:

وجوبِ قربانی کے سلسلہ میں سونے کے نصاب کو معیار قرار دینا یہ ہماری رائے ہے، اس پر ہمیں اصرار نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری اس رائے کے علاوہ دیگر اہلِ علم کی رائے پر اعتماد کرتا ہو اور چاندی کو معیار قرار دیتے ہوئے ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی کرے تو بلا شبہ قابلِ قبول اور بہتر ہو گا۔

[10]: ذبح کون کرے؟

موقف اھل السنۃ والجماعۃ:

ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو یا صحیح اہلِ کتاب ہو۔

چنانچہ شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان الکَلِیبُولی الحنفی رحمہ اللہ (ت1078ھ) لکھتے ہیں:

(وَتَحِلُّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ وَكِتَابِيٍّ ذِمِّيٍّ أَوْ حَرْبِيٍّ).

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر: ج2 ص507 کتاب الذبائح)

ترجمہ: مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، اسی طرح کتابی کا ذبیحہ بھی حلال ہے چاہے وہ ذمی ہو یا حربی ہو۔

ذبیحہ مسلم کے حلال ہونے کی دلیل:

﴿وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫﴾

(سورۃ المائدۃ: 3)

ترجمہ: وہ جانور جو گلا گھٹنے، چوٹ لگنے، بلندی سے گرنے یا سینگ لگنے سے مر جائے اور وہ جانور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو؛ سب حرام ہیں؛ ماسوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو۔

شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان الکَلِیبُولی الحنفی رحمہ اللہ (ت1078ھ) لکھتے ہیں:

(وَتَحِلُّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ... فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ وَالْخِطَابُ لِلْمُسْلِمِينَ.

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر: ج2 ص507 کتاب الذبائح)

ترجمہ: مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے .... اس ذبیحہ کے حلال ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ کہ جس جانور کو تم نے ذبح کر لیا وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ یہ خطاب مسلمانوں کو ہے۔

ذبیحہ کتابی کے حلال ہونے کی دلیل:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾

(سورۃ المائدۃ:5)

ترجمہ: آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

(صحیح البخاری: ج2ص828 باب ذبائح اھل الکتاب)

ترجمہ: اھل کتاب کے طعام سے مراد ان کا "ذبیحہ" ہے۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت970ھ) لکھتے ہیں:

(وَحَلَّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ وَ كِتَابِيٍّ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ وَالْمُرَادُ بِهِ ذَبَائِحُهُمْ.

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ج8ص306 کتاب الذبائح)

ترجمہ: مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ کہ جن لوگوں کو (تم سے پہلے) کتاب دی گئی تھی

ان کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہے، یہاں کھانے سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

فائدہ: صحیح اھل کتاب سے مراد

[1]: مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت 1372ھ) لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانے کے یہود نصاریٰ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر اور توراۃ یا انجیل کو آسمانی کتاب مانتے ہوں اہل کتاب ہیں خواہ تثلیث کے قائل ہوں۔“

(کفایت المفتی: ج1 ص70)

[2]: مفسر قرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

”اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو مذہباً اہلِ کتاب ہوں، نہ کہ وہ جو صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں۔ اس زمانے کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل اور نہ آسمانی کتابوں کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہلِ کتاب کا سا نہ ہو گا۔“

(معارف القرآن: ج2 ص446 سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 5 ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ﴾)

[3]: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ) لکھتے ہیں:

”آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ تورات و انجیل کو خدا کی

کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی اور پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہلِ کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے۔"

(معارف القرآن: ج3 ص48 سورۃ المائدۃ آیت نمبر 5 ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ﴾)

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب وہ لوگ کہلاتے ہیں جو خدا تعالیٰ، کسی پیغمبر اور کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں۔ آج کل کے جو یہودی اور نصرانی کہلانے والے لوگ ہیں وہ اکثر دہریے ہیں۔ اس لیے ان پر اہلِ کتاب کا اطلاق نہ ہوگا۔ہاں البتہ اگر آج کل بھی اگر کوئی شخص ایسا ہے جو کسی پیغمبر پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو تو آج بھی وہ اہل کتاب شمار ہوگا۔

ایک اہم وضاحت:

(1): اھلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو مانتے ہیں جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو مانتے ہیں۔

(2): گزشتہ آسمانی کتابیں منسوخ ہوچکی ہیں اور ان میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ اب یہود و نصاریٰ جو اِن تحریف شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے تو خارج ہوں گے لیکن اھل کتاب پھر بھی شمار ہوں گے۔

(3): اگر کوئی شخص خود کو یہودی یا عیسائی کہتا ہو اور جس نبی کی طرف اپنی نسبت کرتا ہو اس پر نازل ہونے والی کتاب کو بھی مانتا ہو لیکن اس کتاب میں کون سے عقائد ہیں اسے اس کا علم نہ ہو اور نہ ہی اپنی نسبت والی شریعت کے احکام سے واقف ہو تب بھی یہ شخص اھل کتاب شمار ہوگا۔ جس طرح ایک شخص اسلام کی طرف نسبت کرتے

ہوئے خود کو مسلمان کہتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو اور قرآن کو بھی مانتا ہو لیکن قرآن کریم میں کن عقائد کا بیان ہے اس سے واقف نہ ہو، اسلام کی عبادات نماز، روزہ وغیرہ کے احکام کا اسے علم نہ ہو تو اسے مسلمان ہی شمار کریں گے۔

(4): ایک شخص خود کو یہودی یا عیسائی تو کہے لیکن یہودیت اور عیسائیت کے عقائد و نظریات کی تردید بھی کرے تو اسے اھل کتاب نہیں کہیں گے۔ جیسے دہریہ عقائد رکھنے والا شخص اگر خود کو یہودی یا عیسائی کہے تو اسے اھل کتاب نہیں کہیں گے کیونکہ دہری عقائد رکھنا خدا کے وجود اور پیغمبروں کے بھیجنے کے عقیدے کی تردید کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص خود کو مسلمان کہے لیکن مسلمانوں کے متفق علیہ عقائد کا انکار بھی کرے تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

موقف غیر مقلدین:

مسلمان اور اہلِ کتاب کے علاوہ کوئی اور کافر بھی ذبح کرے تو جائز ہے۔

نواب نورالحسن خان غیر مقلد (ت 1339ھ) لکھتے ہیں:

ذبائح اہل کتاب و دیگر کفار نزد وجود ذبح بسملہ یا نزد اکل آں حلال است، حرام و نجس نیست.

(عرف الجادی: ص10)

ترجمہ: اہل کتاب اور دیگر کفار ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھ لیں یا اس مذبوحہ کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا جائے تو وہ حلال ہے، حرام اور نجس نہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد (ت 1338ھ) لکھتے ہیں:

وَذَبِيۡحَةُ الۡكَافِرِ حَلَالٌ إِذَا ذَبَحَ لِلّٰهِ وَذَكَرَ اسۡمَ اللّٰهِ عِنۡدَ الذَّبۡحِ.

(کنز الحقائق: 182)

کافر کا ذبیحہ حلال ہے جب وہ اللہ کے لیے ذبح کرے اور بوقتِ ذبح اللہ کا نام لے۔

[11]: قربانی کے متعلق چند شبہات اور ان کے جوابات

شبہ نمبر 1:

جانور کو ذبح کر کے کھانا ظلم ہے تو قربانی کا عمل کر کے یہ ظلم کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب:

[**1**]: جانور انسان کے لیے نہ کہ انسان جانور کے لیے

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾(سورۃ البقرۃ:29)

ترجمہ: اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾

(سورۃ النحل:61)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑنا شروع فرمادیں تو زمین پہ ایک بھی جاندار نہیں چھوڑیں گے۔

﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾

(سورۃ الفاطر:45)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑنا شروع فرمادیں تو زمین پہ ایک بھی جاندار نہیں چھوڑیں گے۔

[**2**]: نیز جانور کے لیے چھری تیز کرنے کا حکم دینا جس سے ان کی جان نکلنے میں آسانی ہو یہ رحم ہے، ظلم نہیں۔

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهٖ لِيُضَحِّيَ بِهٖ فَقَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ! "هَلُمِّي الْمُدْيَةَ." ثُمَّ قَالَ: "اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ." فَفَعَلَتْ ثُمَّ اَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ: "بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ." ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ.

(صحیح مسلم: کتاب الاضحیۃ، باب استحباب الضحیۃ وذبحہا مباشرۃ بلا توکیل والتسمیۃ والتکبیر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگوں والا ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ چنانچہ ایسا مینڈھا لایا گیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: چھری لے آؤ، پھر فرمایا: پتھر سے اسے تیز کر لو، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی، مینڈھے کو لٹایا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے ذبح کیا۔ اللہ کا نام لے کر ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ: اسے میری طرف سے، میرے گھر والوں کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

[**3**]: اس طرح اس پر اللہ کا نام لینا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اس پر جانور بہت خوش ہو جاتا ہے اور جان دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ."

(سنن النسائی: باب ما یجد الشہید من الالم رقم الحدیث 4354)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کو بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

لہذا جانور کو ذبح کرنے میں کوئی ظلم نہیں۔

جواب کی شق نمبر 3 پر شبہ نمبر 1:

اگر جانور کو اللہ کے نام پر ذبح ہوتے وقت تکلیف اور درد نہیں ہوتا تو ذبح کے وقت جانور دوڑتا کیوں ہے؟ رسی توڑ کر بھاگتا کیوں ہے؟ یہ تو اس بات کی دلیل ہیں کہ اسے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

جواب:

جانور کی یہ تکلیف جو معمولی درجہ کی ہوتی ہے؛ تکلیفِ جسمانی ہوتی ہے اور اسے جو خوشی ملتی ہے وہ خوشی روحانی ہوتی ہے۔ اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے اس لمحے میں روحانی خوشی؛ اس معمولی تکلیفِ جسمانی پر غالب آجاتی ہے اس لیے اسے یہ تکلیف؛ تکلیف ہی نہیں لگتی۔ جیسے ایک شخص خوب مرغن اور مرچ مصالحہ دار کھانا کھانے کا شوقین ہو اور اسے اس کی یہی محبوب غذا ملے۔ اب یہ شخص اپنی محبوب غذا کھا بھی رہا ہو گا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں گے، وہ مصالحہ جات اور مرچ کی شدت کی وجہ سے سوں سوں بھی کر رہا ہو گا۔ یہ منظر دیکھنے والا شخص سمجھے گا کہ اس غذا سے اسے تکلیف ہو رہی ہے لیکن وہ کھانے والا ہی اس غذا کے ذائقے اور لذت سے محظوظ ہو رہا ہو گا۔ یہی حال یہاں ہے کہ جانور فرحت وشادمان ہے کہ خالق کے نام پہ قربان ہو رہا ہے لیکن دیکھنے والے کو اس کے دوڑنے اور رسی توڑ کر بھاگنے سے ایسے لگ رہا ہوتا ہے کہ یہ تکلیف میں ہے جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔

جواب کی شق نمبر 3 پر شبہ نمبر 2:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو بوقتِ شہادت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ یہ تکلیف گو معمولی درجہ کی سہی لیکن تکلیف تو ہے اور بعض لوگ اس تکلیف کو بھی برداشت نہیں کرپاتے۔

جواب:

یہ تکلیف اس وقت محسوس ہوتی ہے جب چیونٹی کاٹے لیکن اگر کوئی شخص خود کو کٹوانے کے لیے پیش کرے اور اتنی درد ہو تو وہ درد محسوس نہیں ہوتی۔ شہید نے خود کو راہِ خدا میں کٹوانے کے لیے پیش کیا ہے، اگر اس وقت اتنی درد محسوس بھی ہو تو فرطِ جذبات میں وہ درد؛ درد ہی نہیں رہتی۔

شبہ نمبر 2:

جانور ذبح کرنے کی بجائے اگر اس کی قیمت صدقہ کریں تو زیادہ مناسب ہے، اس سے فائدہ زیادہ ہوگا۔ مثلاً ہسپتال، یتیم خانہ، بچیوں کا جہیز وغیرہ تیار ہوسکتے ہیں۔

جواب:

1: اسلام کا مالیاتی نظام موجود ہے مثلاً زکوٰۃ، عشر، صدقات نافلہ، بیت المال وغیرہ۔ ان پر اگر عمل صحیح طریقے پر ہو تو معاشی حالت بہتر ہو جائے گی۔

2: قربانی کا مقصد گوشت نہیں کہ معاشی استحکام وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا جائے بلکہ مقصود جان کا اللہ کی راہ میں ذبح کرنا ہے۔ جس کی تائید حدیث مبارک سے ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ)

روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ، اَنَّهٗ لَیَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ یَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ، فَطِیْبُوْا بِهَا نَفْسًا.."

(سنن الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

3: ثمن، مال تجارت، سوائم میں زکوۃ.... زمینی پیداوار میں عشر..... باقی بہائم رہتے تھے تو ان میں قربانی رکھ دی۔

شبہ نمبر 3:

قربانی میں محض جانور ذبح کرنا، خون بہانا نظر آتا ہے، اس کا عملی فائدہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

جواب:

اس میں کئی فوائد ہیں:

(۱): اس میں محبوب اشیاء کا اللہ کی راہ میں دینے کا جذبہ ابھرتا ہے۔

(۲): اس میں جہاد کی عملی مشق اور تربیت ہے۔ اپنے ہاتھ سے جانور کے گلے کو کاٹنا، تڑپتا دیکھنا، گوشت پوست الگ کرنے میں اسے تربیت ملے گی کہ کل میدان جہاد میں

جب لاشوں کو تڑپتا گرتا دیکھے گا تو گھبرائے نہیں بلکہ قوت وبہادری سے کفار کا قلع قمع کرے گا۔

شبہ نمبر4:

ہر سال ہزاروں لاکھوں جانور ذبح کر دیے جاتے ہیں، اس سے معیشت بہت متاثر ہوتی ہے، کیونکہ اس سے بہت سے جانور ایک دن میں ختم ہو جاتے ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔

جواب:

اس میں معیشت بجائے گرنے کی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے مختلف مراحل پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے، مثلاً

1 جانور پالنا.........اس میں کئی افراد سال بھر مصروف رہ کر بر سرِ روزگار رہتے ہیں۔

2 چارہ خریدنا.........اس میں کاروبار ہے جو نفع بخش ہوتا ہے۔

3 دیکھ بھال پر ملازمین رکھنا......... اس میں بھی روزگاری کا بہترین ذریعہ ہے۔

4 دودھ کا نظام .... مستقل نظام کہ ہوٹلوں، گھروں کی ضرورت پورا ہونا، مٹھائیوں کا نظام وغیرہ، ڈیری فارم۔۔

5 قربانی کے ایام میں ان کی منڈی میں منتقلی میں ٹرانسپورٹ کا نظام.........

6 منڈیوں کا مستقل نظام اور کئی لوگوں کی روزی.........

7 بیچنے کے نتیجے میں زرمبادلہ.........

8 قصائیوں کا نظام اور اجرت.........

9 کھال دینے میں مدارس عربیہ کی امداد.........

10 گوشت غرباء، مساکین اور مستحقین کو ملنا.........

11 کھالوں کا نظام، فیکٹریاں، کارخانے، کاروبار، لوگوں کو روزگار.........

12 اشیاء کی بناوٹ کوٹ، خیمے، جیکٹس وغیرہ.........

13 کمپنیوں اور کارخانوں کا نظام.........لوگوں کا روزگار وغیرہ

اب غور کیا جائے کہ جب اس میں اس قدر منافع، روزگار، ضروریات کا پورا ہونا پایا جاتا ہے تو اس میں معیشت کی تباہی ہے یا اس کا عروج؟؟

شبہ نمبر 5:

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”اشرف الجواب“ میں چوہے کو حلال کہا ہے۔ جس عبارت سے یہ لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ یہ ہے:

”دوسری قوموں کا یہ شبہ کہ ”یہ لوگ بڑے سنگ دل ہوتے ہیں کہ انہیں جانوروں کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آتا“ محض ناواقفی یا تعنت (سرکشی زیادتی) سے ناشی (پیدا ہونے والی) ہے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ شبہ اور اعتراض فقط گائے کی قربانی کے متعلق ہے، چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے متعلق نہیں، معلوم ہوتا ہے دال میں کالا ہے یعنی اس شبہ کا سبب ترحم نہیں بلکہ محض حمیتِ مذہبی ہے۔“

(اشرف الجواب؛ حصہ اول: ص84)

اس پر غیر مقلد یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب چوہے وغیرہ کو حلال کہہ رہے ہیں اور ان کے ذبح کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

جواب:

یہ لوگ بات کو سمجھے ہی نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ کفار کا یہ اعتراض تھا کہ

جانوروں کے گلے پر چھری پھیرنا بے رحمی ہے تو کفار کے اس اعتراض میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ یہ اعتراض صرف گائے کی قربانی پر ہے لیکن خود چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے گلے پر چھریاں چلاتے ہیں وہاں کوئی اعتراض نہیں، لگتا ہے دال میں کچھ کالا ہے۔اعتراض رحم کی وجہ سے نہیں بلکہ حمیتِ مذہبی کی وجہ سے ہے۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الزامی جواب دیا تھا غیر مقلدین اس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور مسئلہ سمجھ بیٹھے۔

[12]: قربانی کے متعلق چند فوائد

فائدہ نمبر 1:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی کرنا جائز ہے۔

دلیل:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

أُتِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ وَقَالَ: "بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ." ثُمَّ أَمَرَ بِهٖ فَتُصُدِّقَ بِهٖ ثُمَّ أُتِيَ بِكَبْشٍ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: "بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ."

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب قول المضحى اللهم منك وإليك فتقبل مني وقول المضحى عن غيره اللهم تقبل من فلان)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی والے دن ایک دنبہ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا: "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ" [شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے] پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اسے صدقہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور دنبہ لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے بھی فرمایا: "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ" [شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے]

آثار:

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

وَخَتَمَ ابْنُ السِّرَاجِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ خَتْمَةٍ، وَضَحّٰى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ...

قُلْتُ [العلامة الشامی] : وَقَوْلُ عُلَمَائِنَا لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ يَدْخُلُ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ حَيْثُ أَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ، فَفِي ذٰلِكَ نَوْعُ شُكْرٍ.

(رد المحتار: ج3 ص181، ص182 کتاب الصلوٰۃ- باب صلوۃ الجنازۃ)

ترجمہ: علامہ ابن السراج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار سے زائد قرآن پاک کے ختم کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی بھی فرمائی۔ میں (یعنی علامہ ابن عابدین) کہتا ہوں: یہ جو ہمارے علماء کا قول ہے کہ "آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے" اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور آپ کا حق زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکالا، تو آپ کو ثواب ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر فوت شدگان کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

نوٹ: ابن السراج سے مراد "امام زین الدین محمد بن عمر سراج الدین بن محمود شہاب الدین الرازی الحنفی" ہیں۔ اپنے دور کے مفتی اور مدرس تھے۔ "الہدایہ" کا درس عمدہ طریقے سے دیتے تھے۔ کئی کتب کے مصنف بھی تھے۔ آپ کا انتقال 20 ذوالقعدہ 766ھ بروز ہفتہ ہوا۔

(طبقات الحنفیہ لعبد القادر القرشی ت 775ھ: ج2 ص105)

فائدہ نمبر 2:

عقیقہ کا حصہ قربانی میں رکھنا جائز ہے۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ (ت587ھ) فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ إِنْ أَرَادَ بَعْضُهُمُ الْعَقِيْقَةَ عَنْ وَلَدٍ وُّلِدَ لَهٗ مِنْ قَبْلُ.

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج4 ص209 کتاب التضحیۃ)

ترجمہ: شرکاء میں سے بعض کا ارادہ اپنے بچوں کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ہو تو یہ جائز ہے۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

الف: لفظ "نسک"

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے "نسک" کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ -أُرَاهُ عَنْ جَدِّهٖ- قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ... "مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ."

(سنن ابی داؤد: کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ)

ترجمہ: عمرو بن شعیب (بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص) اپنے والد (شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ (یعنی شعیب) اپنے داد (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو ذبح کر لے۔

اور حدیث مبارک میں قربانی کے لیے بھی ''نسک'' کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: "مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ."

(سنن ابی داؤد: باب ما یجوز من السن من الضحایا)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: جس نے ہماری طرح (پہلے عید الاضحیٰ کی) نماز پڑھی اور (اس کے بعد) ہماری طرح قربانی کی تو اس نے درست طریقے سے قربانی کی اور جس شخص نے (عید الاضحیٰ کی) نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس کی بکری کا گوشت ہی ہے (اس کی قربانی ادا نہیں ہوئی)

اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کو نُسُك کہا جانا دلیل ہے کہ جانوروں کی صفات اور احکام کے متعلق جو حکم قربانی کا ہے وہی حکم عقیقہ کا ہے۔ اور بڑی قربانی میں سات حصے ہو سکتے ہیں اس لیے ایک بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے بھی ہو سکتے ہیں۔

ب: لفظ ''اھراق الدم''

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے ''اھراق دم'' مستعمل ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذٰى."

(صحیح البخاری: کتاب العقیقۃ باب إماطۃ الأذی عن الصبی فی العقیقۃ)

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بچے کا عقیقہ کرنا چاہیے۔ اس لیے اس کی طرف سے خون بہانا چاہیے اور اس کے سر کے بال منڈانے چاہییں۔“

اور حدیث مبارک میں قربانی کے لیے بھی ”اہراق دم“ مستعمل ہوا ہے۔

چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) حدیث نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ."

(سنن الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں۔

دلیل نمبر2:

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قُدامۃ الحنبلی رحمہ اللہ (ت620ھ) لکھتے ہیں:

وَالْأَشْبَهُ قِيَاسُهَا عَلَى الْأُضْحِيَةِ لِأَنَّهَا نَسِيكَةٌ مَشْرُوعَةٌ غَيْرُ وَاجِبَةٍ فَأَشْبَهَتِ الْأُضْحِيَةَ وَلِأَنَّهَا أَشْبَهَتْهَا فِي صِفَاتِهَا وَسِنِّهَا وَقَدْرِهَا وَشُرُوطِهَا

فَأَشْبَهَتْهَا فِي مَصْرِفِهَا.

(المغنی مع الشرح الکبیر: ج5 ص214، 215 کتاب الحج مسائل وفصول فی العقیقۃ)

ترجمہ: اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کو قربانی پر قیاس کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک قربانی ہے جو مشروع ہے، مگر واجب نہیں، پس قربانی کے مشابہ ہوئی، اور اس لیے بھی کہ عقیقہ صفات میں، جانور کی عمر میں، مقدار میں اور شرائط میں قربانی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا اس کے مصرف میں بھی مشابہ ہوئی۔

استدلال:

علامہ ابن قُدَامۃ الحنبلی رحمہ اللہ نے مذکورہ صفات کی وجہ سے عقیقہ کے مصرف کو قربانی والے مصرف میں شامل کیا ہے۔ ہم بھی انہی صفات کی وجہ سے قربانی کے جانور میں عقیقہ کے حصے کو شامل کرنے کے قائل ہوئے ہیں۔

شبہ:

قربانی واجب ہے جبکہ عقیقہ واجب نہیں تو قیاس کیسے درست ہو گا؟ یا تو پھر قربانی کو بھی واجب نہ کہو تا کہ قیاس درست ہو جائے۔

جواب:

یہ تشبیہ قربانی اور عقیقہ کے مشروع ہونے اور قربانی اور عقیقہ کے جانوروں کی صفات میں مشابہت کی وجہ سے ہے، یہ تشبیہ واجب یا غیر واجب ہونے میں نہیں۔ عقیقہ اور قربانی دونوں کا حکم واضح ہے کہ ایک مستحب اور دوسرا واجب ہے۔ قربانی کے جانور کی صفات اور شرکاء کی تعداد تو واضح ہے لیکن عقیقہ کے جانور کی صفات اور شرکاء کی تعداد واضح نہیں ہے۔ اس لیے غیر واضح کو واضح پر قیاس ہے۔ حکم چونکہ واضح تھا اس لیے اسے قیاس کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔

مثال: فرض نماز اور نفل نماز۔ نماز ہونے میں دونوں مشترک ہیں۔ اس لئے

جو شرائط فرض نماز کی وہی نفل نماز کی ہیں لیکن دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

فائدہ نمبر3:

عقیقہ میں گائے اور اونٹ دینا بھی جائز ہے اگرچہ بہتر بکری بکرا ہے۔

دلیل نمبر1:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَلْيَعُقَّ عَنْهُ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ."

(المعجم الصغیر للطبرانی: ج1ص150)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کی جانب سے اونٹ، گائے یا بکری ذبح کرے۔

نوٹ: یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید ایک صحیح السند موقوف روایت سے بھی ہوتی ہے۔

دلیل نمبر2:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَعُقُّ عَنْ بَنِيْهِ الْجَزُوْرَ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج1ص187رقم الحدیث684)

ترجمہ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کی

طرف سے بڑا جانور ذبح کرتے تھے۔

غیر مقلدین کا موقف کہ عقیقہ میں بڑا جانور کفایت نہیں کرتا:

محمد فاروق صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے۔"

(قربانی اور عقیقہ کے مسائل: ص201)

غیر مقلدین کی دلیل:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ : نُفِسَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ غُلَامٌ فَقِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! عُقِّي عَلَيْهِ أَوْ قَالَ عَنْهُ جَزُورًا فَقَالَتْ : مَعَاذَ اللّٰهِ! وَلٰكِنْ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" شَاتَانِ مُكَافَأَتَانِ".

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج9ص301 کتاب الضحایا)

ترجمہ: عبد اللہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا: ام المؤمنین! ہم اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معاذ اللہ! (ہم وہ ذبح کریں گے) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (یعنی لڑکے کی طرف سے) دو ایک جیسی دو بکریاں۔

جواب

اس میں "معاذ اللہ" کہنے سے مراد بڑے جانور کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ بکری ذبح کرنا افضل ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

نَذَرَتِ امْرَأَةٌ مِنْ آلِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِنْ وَلَدَتِ امْرَأَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَحَرْنَا جَزُوْرًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَا ! بَلِ السُّنَّةُ أَفْضَلُ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.

(المستدرک علی الصحیحین: ج5 ص338 بات طریقہ العقیقہ وایامھا، رقم الحدیث: 7669)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے گھر والوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کے عقیقہ کے لیے ایک بڑا جانور ذبح کریں گے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہیں سنت (پر عمل کرنا) افضل ہے اور وہ یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی جاتی ہے۔

☼ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج4 ص266 تحت رقم الحدیث: 7669)

ترجمہ: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

☼ علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

صَحِيْحٌ.

(التعلیق علی المستدرک علی الصحیحین للذھبی: ج4 ص266 تحت رقم الحدیث: 7669)

اس پوری بحث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ بڑے جانور کا کرنا جائز ہے اگرچہ افضل بکرا یا بکری ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ نمبر 4:

قربانی کے جانور میں اگر کوئی کافر شریک ہو جائے تو گوشت حرام ہے۔

دلیل:

قربانی کرنا ایک نیکی اور قربت ہے اور کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے۔ کافر کے پاس چونکہ ایمان نہیں اس لیے اس کی کوئی نیکی بشمول قربانی قابلِ قبول نہیں۔

چنانچہ علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ (ت 587ھ) فرماتے ہیں:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع: ج4، ص195 کتاب التضحیۃ فصل وأما شرائط الوجوب)

ترجمہ: قربانی عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔

قربانی چونکہ نام ہے اراقۃ الدم اور جان پیش کرنے کا اور جان میں تجزی اور تقسیم ممکن نہیں۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ جان کا کچھ حصہ قبول ہو اور کچھ قبول نہ ہو۔

مثال 1:

چار رکعت نماز تکبیرِ تحریمہ کے بعد یکجان شمار ہوتی ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ دو رکعت قبول ہوں اور دو رکعت قبول نہ ہوں بلکہ قبول ہوں گی تو چاروں اور اگر قبول نہ ہوئی تو بھی چاروں۔

مثال 2:

روزہ رکھنے کے بعد طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک یکجان شمار ہوتا ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ دن کے اول حصے کا تو قبول ہو اور بقیہ دن کا قبول نہ ہو بلکہ قبول

ہو گا تو مکمل دن کا اور اگر قبول نہ ہوا تو بھی مکمل دن کا۔

(شبہات کے جوابات از متکلمِ اسلام)

کافر کا کوئی عمل قبول نہیں:

دلیل نمبر 1:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾﴾

(سورۃ الاعراف:40)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، نہ تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو پائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:

﴿وَ مَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَ سَعٰی لَهَا سَعۡیَهَا وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعۡیُهُمۡ مَّشۡکُوۡرًا ﴿۱۹﴾﴾

(سورۃ الاسراء:19)

ترجمہ: اور جو شخص آخرت کا خواہشمند ہو اور اس کے لیے ایسی کوشش کرے جیسی اس کے لیے کرنی چاہیے اور وہ مومن بھی ہو، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر دانی کی جائے گی۔

دلیل نمبر 3:

﴿وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ

عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (٦٥)

(سورۃ الزمر:65)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ کی طرف اور آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

[13]: قربانی کے چند عمومی مسائل

[1]: قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

1: قربانی کے لیے درج ذیل جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں:

۱: اونٹ ۲: اونٹنی ۳: بیل ۴: گائے ۵: بھینسا ۶: بھینس

۷: مینڈھا ۸: بھیڑ ۹: دنبہ ۱۰: دنبی ۱۱: بکرا ۱۲: بکری

2: قربانی کے مذکورہ جانوروں میں سے اونٹ اور اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال، بیل، گائے، بھینسا اور بھینس کی عمر کم از کم دو سال اور بکرا اور بکری کی عمر کا کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی اگر چھے ماہ کے ہوں لیکن اتنے موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کے لگتے ہوں تو ان کی قربانی جائز ہے۔

3: مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی کی عمر چھ ماہ ہو اور وہ ایک سال کا لگتا ہو یہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے اگر اس جانور کو سال والے جانوروں کے ساتھ ملا دیا جائے تو دیکھنے میں یہ سال والوں کے مشابہ ہو۔

4: جانوروں میں عمر کا اعتبار ہو گا، دو دانتا ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اس لیے اگر جانور کے دو دانت گر گئے ہوں لیکن عمر پوری نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر جانور کی عمر پوری ہو لیکن دو دانت نہ گرے ہوں تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

5: جانوروں کی عمر کے لیے قمری (محرم، صفر وغیرہ) سال کا اعتبار ہو گا، شمسی سال (جنوری، فروری وغیرہ) کا اعتبار نہیں ہو گا۔

6: مذکورہ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے گھوڑے، ہرن، خرگوش، مرغ، نیل گائے، بطخ، انڈے وغیرہ کی قربانی کی تو شرعاً درست نہ ہو گی۔

[2]: جانوروں کے بعض اوصاف وعیوب کے احکام

پاؤں کے متعلق احکام:

☼ ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں! اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

☼ اگر کسی جانور کا پاؤں کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

دانت کے متعلق احکام:

اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

کان کے متعلق احکام:

جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

سینگ کے متعلق احکام:

☼ اگر جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا ہوں لیکن چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ اگر جانور کے سینگ ہوں لیکن ٹوٹ چکے ہوں تو دیکھا جائے کہ سینگ اگر جڑ سے نہیں اکھڑے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

☼ اگر سینگ جڑ سے اکھڑ چکے ہوں کہ اندر کا گودا ختم ہو چکا ہو تو اب اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔

دُم کے متعلق احکام:

اگر جانور کی دم تہائی حصہ سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے۔ اگر تہائی یا

اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

تھنوں کے متعلق احکام:

☼ اونٹنی، گائے یا بھینس کا ایک تھن خراب ہو اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

☼ بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

☼ جانور کے تھن سے دودھ نکلتا ہو اگرچہ کم نکلتا ہو تب بھی اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ یہ آب وہوا، غذا اور عمر کا اثر ہے۔ ان عوامل کی وجہ سے دودھ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے، اس لیے یہ عیب کی بات نہیں۔

آنکھ کے متعلق احکام:

کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

ناک کے متعلق احکام:

جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر رسی ڈالنے کے لیے ناک میں سوراخ کر دیا گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

زبان کے متعلق احکام:

جس جانور کی آدھی یا اس سے زائد زبان کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر آدھی سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔

حاملہ کے متعلق احکام:

حاملہ جانور کی قربانی بلا کراہت درست ہے۔ البتہ اگر جانور قریب الولادت ہو تو اس کی قربانی مناسب اور بہتر نہیں اگرچہ قربانی کرنے سے درست ہو جائے گی۔

متفرق احکام:

☼ خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

☼ بہت زیادہ کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا باقی نہ رہے، اس کی قربانی جائز نہیں۔

☼ جانور پہلے صحیح سالم تھا۔ ذبح کرتے ہوئے کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے قربانی جائز نہیں ہوتی تو ایسا عیب معاف ہے۔ جیسے گراتے وقت جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا بھاگنے کی وجہ سے جانور کسی جگہ ٹکرایا اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

[3]: بڑے جانور میں شراکت کے احکام

1: بڑے جانور (اونٹ، اونٹنی، بیل، گائے، بھینسا، بھینس) میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ سات سے زائد افراد کا شریک ہونا جائز نہیں۔ اگر کسی جانور میں سات سے زائد افرد شریک ہوں تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہو گی۔

نوٹ: یہ احکام صرف بڑے جانور کے ہیں۔ بکری، بھیڑ وغیرہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہوتی ہے۔

2: بڑے جانور میں شرکاء کی تعداد سات سے کم ہو مثلاً چار یا پانچ ہوں تب بھی قربانی درست ہے۔ اس صورت میں اگر پانچوں شرکاء اس جانور کو برابر حصوں میں تقسیم کر لیں مثلاً پانچ حصے کر لیں تب بھی درست ہے اور اگر بعض شرکاء اپنا حصہ ایک سے بڑھا لیں مثلاً پانچ شرکاء میں سے دو شرکاء کے دو دو حصے ہوں اور باقی تین شرکاء کا ایک ایک حصہ ہو تب بھی شراکت درست ہے۔

3: شراکت میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو ورنہ قربانی درست نہیں ہو گی۔ مثلاً ایک بڑے جانور میں آٹھ افراد

شریک ہو گئے ہوں تو اب ہر شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا۔ اس صورت میں کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر شرکاء تو سات یا سات سے کم ہوں لیکن کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم یعنی آدھا یا تہائی وغیرہ ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہیں ہو گی۔

4: بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔

5: بڑے جانور میں بعض افراد نے واجب قربانی کی نیت سے حصہ رکھا اور بعض نے نفلی قربانی کی نیت سے تب بھی سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔

6: بڑے جانور میں کسی نے محض گوشت کھانے کی نیت سے حصہ رکھا تو کسی شریک کی قربانی بھی درست نہ ہو گی۔

7: کسی نے قربانی کا جانور خریدا۔ نیت یہ تھی کہ بعد میں کوئی شخص مل گیا تو اسے بھی شریک کر لوں گا۔ بعد میں کوئی شخص مل گیا جسے قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کر لیا تو قربانی درست ہے۔

8: قربانی کی نیت سے جانور خریدا لیکن خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ نیت یہی تھی کہ پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کروں گا۔ تو اب اگر شریک کرنے والا یہ شخص غریب ہے تو کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا اور اگر یہ شخص مالدار ہے تو شریک کر سکتا ہے البتہ بہتر نہیں۔

[4]: قربانی کا جانور مر جائے تو قربانی کا حکم

1: غریب آدمی نے اگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور وہ جانور قربانی سے پہلے مر گیا تو اس غریب آدمی سے قربانی ساقط ہو جائے گی، اب اس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں جبکہ امیر آدمی نے جانور خریدا اور وہ قربانی سے پہلے مر گیا تو

امیر شخص کے ذمہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم ہے۔

2: قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں صاحبِ نصاب آدمی پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے چاہے اسی قیمت کی کرے یا اس سے کم قیمت کی۔ البتہ اگر غریب آدمی کا جانور مر جائے تو اس سے قربانی ساقط ہو جاتی ہے۔

[5]: قربانی کا جانور تبدیل کرنے کا حکم

1: اگر کسی صاحبِ نصاب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور صاحبِ نصاب آدمی کے حق میں متعین نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے تبدیل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن بلاوجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں ہے۔

2: اگر کسی غریب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور اس آدمی کے حق میں متعین ہو جاتا ہے۔ اب یہ شخص اس جانور کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

3: اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور خریدا نہیں بلکہ جانور گھر کا پالتو تھا جسے اس نے قربانی کے لئے متعین کر لیا تھا تو اس طرح یہ جانور متعین نہیں ہوتا۔ امیر اور غریب دونوں کے لیے اس جانور کو تبدیل کرنا جائز ہے لیکن بلا وجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں۔

[6]: قربانی کے ذریعے ایصال ثواب کرنے کے احکام

1: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی دراصل اِس شخص کی طرف سے نفلی شمار ہوتی ہے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔ اس لیے اگر نفلی قربانی کر کے اس کا ثواب ایک شخص کو پہنچانا چاہے تو بھی درست ہے اور اگر اس کا ثواب کئی لوگوں کو پہچانا چاہے تب بھی درست ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین واتباع تابعین، فقہاء و محدثین، اکابرین امت رحمہم اللہ، اپنے والدین اور اعزہ و اقارب وغیرہ کو اس کا ثواب پہنچانا

درست ہے۔

2: ایصالِ ثواب کی غرض سے چھوٹا جانور بھی ذبح کرنا جائز ہے اور بڑے جانور میں نفلی قربانی کے حصے رکھنا بھی جائز ہے۔

3: چند افراد مل کر اگر کسی کو ایصال ثواب کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن طریقہ کار یہ ہو کہ تمام افراد اپنے اپنے پیسے ایک شخص کی ملکیت کریں اور وہ شخص قربانی کرے اور جن کو ایصالِ ثواب کرنا ہو انہیں ایصال ثواب کر دے۔

4: چونکہ یہ قربانی نفلی ہوتی ہے اس لیے اس کا گوشت عام قربانی کی طرح ہوتا ہے؛ خود بھی کھایا جا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

[7]: قربانی کے ایام، اوقات اور قضاء کے احکام

1: قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11 اور 12 ذوالحجہ لیکن افضل دن 10 ذوالحجہ کا ہے، پھر گیارہ اور پھر بارہ ذوالحجہ کا۔

2: قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ کی طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے اور 12 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے البتہ یہ بات واضح رہے کہ شہر یا قصبہ جات جہاں عید کی نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے وہاں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں (گویا یہ شہر اور قصبہ جات کے لیے ایک اضافی شرط ہے) دیہات اور جنگلوں میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے وہاں 10 ذوالحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ تاہم ان مقامات پر بہتر یہی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔

3: قربانی کے اختتام کا وقت 12 ذوالحجہ کا غروبِ آفتاب ہے۔ اختتام کا وقت شہر، قصبہ جات، دیہات اور جنگل سب کے لیے ایک ہی ہے۔ چنانچہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد قربانی کرنا درست نہیں۔

4: ایامِ قربانی میں جس طرح دن میں قربانی کرنا درست ہے اسی طرح رات کو بھی قربانی کرنا درست ہے۔

5: صاحبِ نصاب آدمی قربانی نہ کرسکا یہاں تک کہ قربانی کے دن ختم ہو گئے تو اب قربانی کا عمل فوت ہو گیا۔ اب اس شخص پر توبہ واستغفار لازم ہونے کے ساتھ ساتھ درمیانے درجے کے چھوٹے جانور (بھیڑ، بکری) کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

6: قربانی کرنے والا شخص جس جگہ پر ہو اور جہاں قربانی کا جانور ہو تو قربانی کے درست ہونے کے لیے ان دونوں جگہوں پر ایامِ قربانی کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ایک جگہ قربانی کا دن پایا جارہا ہو اور دوسری جگہ پر قربانی کے دن شروع ہی نہ ہوئے ہوں یا ختم بھی ہو چکے ہوں تو ان صورتوں میں قربانی درست نہ ہو گی۔

7: ایک شخص کے ذمہ کئی سالوں کی قربانی کی قضاء لازم ہو تو اس پر بھی ہر سال کے عوض ایک متوسط چھوٹے جانور کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

[8]: جانور ذبح کرنے کے چند آداب

1. جانور کو نرمی اور اچھے طریقے سے ذبح کی جگہ لے جانا۔

2. ذبح کے وقت جانور کو کچھ کھلا پلا کر سیر کرنا چاہیے۔

3. اونٹ کے علاوہ دیگر جانوروں کو نرمی سے بائیں پہلو پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے۔ ان جانوروں کو کھڑا ہونے کی حالت میں ذبح کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

4. اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا مسنون ہے۔

5. بڑے جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا البتہ دایاں پاؤں کھلا رہنے دینا چاہیے تا کہ جانور کے اس ٹانگ کو حرکت دینے سے خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔

6. باوضو ہو کر دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا۔

7. تیز دھار والی چھری سے تیزی سے ذبح کرنا۔

8. قربانی کا جانور جب قبلہ رخ لِٹا لیں تو اس کے بعد یہ دعا پڑھیں: "إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، أَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ"۔ اس کے بعد "بسم الله أللّٰه أكبر" کہہ کر ذبح کریں۔

9. درج ذیل چار رگوں کا کاٹنا ضروری ہے:

۱: حُلقُوم یعنی سانس کی نالی

۲: مَرئی یعنی خوراک کی نالی

۳،۴: وَدْجَيْن یعنی دوران خون کی دو رگیں جن کو "شہ رگ" کہا جاتا ہے۔

اگر تین رگیں کٹ جائیں تو بھی کافی ہے۔ لیکن صرف دو رگیں کٹ جائیں تو مذبوحہ حرام ہو گا۔

10: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے۔ ہاں! اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو کسی اور سے بھی ذبح کرانا جائز ہے۔

[9]: چند مکروہ (ناپسندیدہ) کام جن سے احتراز کرنا چاہیے

1. ذبح کے آلات کو جانور کے سامنے لہرانا یا ان کے سامنے تیز کرنا۔

2. اس قدر کند چھری سے ذبح کرنا کہ ذابح کو زور لگانا پڑے۔

3. ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح کرنا۔

4. ذبح میں چار رگوں کے علاوہ چھری کی نوک سے حرام مغز کی نالی کو کاٹنا۔

5. ذبح کے دوران جانور کا سینہ کھول کر اس کے دل کو کاٹنا۔

6. ذبح کرتے ہوئے جانور کی گردن توڑنا۔

7. جانور کی روح نکلنے اور ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اعضاء کو کاٹنا۔

8. رات کے وقت ذبح کرنا جبکہ روشنی کا صحیح انتظام نہ ہو کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی رگ کٹنے سے رہ جائے۔ اور اگر روشنی کا اچھا انتظام ہو تو مکروہ نہیں۔

9. اونٹ کے علاوہ دوسرے جانوروں کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح کرنا۔

10. اونٹ کے زمین پر گرنے کے بعد اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا اس لیے کہ یہ بلاوجہ تکلیف دینا ہے۔

[10]: گوشت کے احکام

1: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کیا جائے، ہاں اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔

2: اگر قربانی کے جانور میں کئی حضرات شریک ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں اگرچہ آپس میں کمی بیشی کو معاف بھی کر دیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس گوشت کو برابر تقسیم کرنا یہ شریعت کا حق ہے جو شرکاء کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ ہاں اگر وزن کئے بغیر تقسیم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے علاوہ دیگر چیزیں مثلاً سری، کلیجی وغیرہ کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور گوشت کے ہر حصہ میں یہ ٹکڑے رکھ دیے جائیں تو اب وزن کیے بغیر محض اندازہ سے تقسیم کرنا بھی درست ہو گا۔

3: قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔

[11]: حلال جانوروں کے حرام اور مکروہ اجزاء کا بیان

1: حلال جانور کے یہ سات اجزاء کھانا درست نہیں ہے:

۱: بہتا ہوا خون

۲: مادہ جانور کی پیشاب گاہ

۳: خصیتین (انہیں کپورے بھی کہتے ہیں)

۴: غدود

۵: نر جانور کی پیشاب گاہ

۶: مثانہ

۷: پِتہ

چند الفاظ کی وضاحت:

غدود: "غدود" سخت گوشت کو کہتے ہیں، جانوروں میں بعض اوقات خون جم کر گٹھلی کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور کبھی کسی بیماری کی وجہ سے جلد اور گوشت کے درمیان سخت گوشت کا ٹکرا بن جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ہڈیوں کے درمیان سخت ٹکڑا بن جاتا ہے، جسے اردو میں گلٹی اور گانٹھ بھی کہا جاتا ہے، اس کے ارد گرد کبھی چربی بھی ہوتی ہے۔ یعنی غدود کوئی متعین حصہ نہیں بلکہ کسی جانور میں موجود ہوتا ہے کسی میں نہیں۔

مثانہ: پیشاب جمع ہونے کی تھیلی۔

پِتہ: جگر کے نیچے ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں کڑوا مادہ مائع موجود ہوتا ہے۔

اگر کسی کو ان اعضاء کی پہچان نہ ہو تو کسی تجربہ کار آدمی سے معلوم کر لینا چاہیے۔

2: اوپر ذکر کردہ سات چیزوں میں سے بہتا ہوا خون بوجہ نصِ قطعی حرام ہے

جبکہ باقی چھے اشیاء کا کھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ ان سات اجزاء کے علاوہ بقیہ اعضاء کا کھانا جائز ہے۔

:3 اوجھڑی کھانا بھی درست ہے۔ اوجھڑی بڑی سی تھیلی ہوتی ہے جس میں کھایا ہوا چارہ موجود ہوتا ہے۔

:4 جانور کی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے جسے عربی میں "نُخَاعُ الصُّلْبِ" اور اردو میں "حرام مغز" کہتے ہیں۔ عوام الناس نے اس کے نام کے ساتھ "حرام" کا لفظ ہونے کی وجہ سے اس کو حرام سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ حرام مغز کا کھانا حرام یا مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فقہائے کرام نے جانور کے ذبح کے وقت یا ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے "نُخَاعُ الصُّلْبِ" کے کاٹنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جانور کو بلاوجہ تکلیف میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے اور جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام اور ناجائز ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کا نام "حرام مغز" مشہور ہو گیا ہے لیکن اس وجہ سے ذبیحہ حرام یا مکروہ نہیں ہو جاتا اور نہ ہی حرام مغز کا کھانا حرام ہوتا ہے۔

[12]: کھال کے احکام

:1 قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ مثلاً مصلیٰ، مشکیزہ، دستر خوان وغیرہ بنا سکتے ہیں البتہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں بلکہ یہ قیمت فقراء کو دینا واجب ہے۔

:2 قربانی کی کھال کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مالک فقراء و مساکین کو بنا دیا جائے۔ اس لیے کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جا سکتی۔ نیز ایسا کوئی فلاحی ادارہ جس میں اس کھال کا مالک کسی مستحق کو نہ بنایا جاتا ہوں اسے بھی دینا درست نہیں ہے۔

3: کھال؛ قصائی کو مزدوری میں دینا جائز نہیں ہے۔ قیمت کے عوض کھال لینے والا کوئی نہ ہو تو قصاب یا کسی بھی شخص کو بلا عوض بطور ہدیہ دی جاسکتی ہے۔

4: کھال کو دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے، اس لیے اگر اس کا ریٹ کم بھی لگے تب بھی ضائع نہ کی جائے بلکہ کم داموں میں ہی فروخت کر کے اس کی رقم مستحق کو دے دی جائے۔

5: بہتر یہ ہے کہ قربانی کی کھال کسی دینی مدرسہ اور جامعہ کے طلباء کو دی جائے کیونکہ اس میں ان کی امداد کرنے کا ثواب بھی ہے اور علم دین کے احیاء کا سبب بھی۔

مسائلِ قربانی پر چند مفید کتب

مسائل قربانی پہ دلائل ،شبہات کے جوابات کے لئے ان کتب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

1: احکام اسلام عقل کی نظر میں ۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ)

2: اعلاء السنن جلد 17۔ محدث شہیر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1396ھ)

3: تجلیات صفدر جلد پنجم ۔ رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ (ت 1421ھ)

4: مسئلہ قربانی ۔ امام اھل السنۃ والجماعۃ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ت1430ھ)

5: مجموعہ مقالات جلد چہارم ۔ مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ (ت1427ھ)